

فیضانِ کلیّام

سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیّام کے روحانی مرکز کے بانی
حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیّامی رحمۃ اللہ علیہ
عزت حافظ نور رحمۃ اللہ علیہ
کی سوانح اور شریعت و طریقت کے اہم موضوعات پر مبنی اثر آفرین مرقع

تالیف
پروفیسر صاحبزادہ راشد مسعود کلیّامی

اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید

فیضانِ کلیام

سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف کے روحانی مرکز کے بانی
حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ
عرف حافظ نور رحمۃ اللہ علیہ
کی سوانح اور شریعت و طریقت کے اہم موضوعات پر مبنی اثر آفرین مرقع

تالیف

پروفیسر صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی

جملہ حقوق محفوظ

زیر اہتمام
الصابریہ
مورت

سال اشاعت (بار اول) 2000ء
سال اشاعت (بار دوم) 2024ء

مراکز ترسیل
صابری آستانہ
کلیام شریف، تحصیل گوجران، راولپنڈی
کھیری مورت تحصیل فتح جنگ، اٹک

فہرست

- 19 تاثرات بر کتاب مستطاب ”فیضانِ کلیام“
- 25 ابتدائیہ
- 33 مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰؑ
- 45 انابت الی اللہ کا ثمر
- 49 مختصر تعارف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتیؒ
- 52 طالبِ عشق
- 53 اصحابِ کہف
- 53 حضرت موسیٰؑ اور واقعہ طور
- 54 پٹھو ہار روانگی اور راز کی بات
- 54 فیض باطنی و تبرکات کے بعد
- 55 عشاق کا نصیب اور مولوی صاحب
- 58 اظہار کرامت پر ضبط و لائت
- 58 معافی پر دوبارہ فیض کا عطا ہونا
- 60 امام بریؒ کے مزار پر حاضری
- 60 حضرت سخی شاہ چین چراغؒ کے مزار پر حاضری
- 61 حضرت شاہ چین چراغؒ سے بشارت
- 61 حفظ قرآن کے لئے لنڈی پٹی روانگی
- 62 میاں محمد حاجی صاحبؒ کی پیش کش
- 63 خواجہ حافظ شریف خان رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح
- 63 حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کی اولاد

- 64 حضرت خواجہ حافظ محمد شریفؒ کی کلیام شریف آمد
- 65 مائی بختاوری بی بی کی خدمتوں کا صلہ
- 68 بختاوری بی بی کا افشائے راز
- 70 تقسیم فیض اور بابا فضل الدین کلیامیؒ
- 71 حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کا وصال مبارک
- 68 مزار مبارک کی تعمیر اور عرس کی اجازت
- 83 حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کے مریدین و خلفاء
- 75 غوث زماں حضرت خواجہ پیر سید مظہر علی شاہ حلال آبادی
- 79 منقبت در شان حضرت سید مظہر علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ
- 81 امام العشاق حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابری کلیامیؒ
- 97 حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی صابری کلیامیؒ
- 103 حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتیؒ کا اپنی اولاد کے ساتھ روحانی تعلق
- 108 حضرت صاحبزادہ خواجہ الف دین کلیامیؒ
- 109 حضرت خواجہ عبدالحکیم چشتی صابری المعروف سائیں نذر کلیامیؒ
- 111 حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ
- 115 حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے دربار پر حاضری و ملاقات
- 121 حضرت صاحبزادہ میاں محمد عارف چشتی صابری
- 123 شجرہ نسب حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ
- 127 سلطان الاصفیاء حضرت بری شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ
- 135 دم کی شرعی حیثیت اور کلیام شریف کا فیض
- 144 آیات شفاء
- 146 کلیام کا چشمہ فیض

- 149 عشق کا مفہوم اور اُس کے تقاضے
- 156 حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک عاشق نوجوان
- 157 حضرت آسیہؓ اور محبتِ الہی
- 158 حضرت داؤد علیہ السلام اور کوہِ لبنان کے مسافر
- 160 ایک غلط فہمی کا ازالہ
- 161 قرآن اور علاماتِ عشق
- 165 اطاعتِ رسول ﷺ کمالِ عشق کی مظہر ہے
- 169 آثارِ انبیاء و صالحین سے تبرک کا حصول
- 179 بیعت کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت
- 186 طریقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
- 189 اقسامِ بیعت
- 190 قبر سے بیعت کی حقیقت
- 193 مرشد کس کو بنایا جائے
- 194 مرشد کامل کے اوصاف
- 198 آدابِ مجلسِ شیخِ کامل
- 198 آدابِ مریدی
- 203 کرامت کا مفہوم
- 205 معجزہ
- 205 کرامت
- 205 استدراج
- 210 سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت

- 211 سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کرامت
- 211 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامت
- 212 سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کرامت
- 212 سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت
- 213 حدیث جبرج
- 217 کرامت کے متعلق شیخ سعدیؒ کی حکایت
- 219 فضیلتِ رزقِ حلال
- 223 کسبِ معاش (قرآن و سنت کی روشنی میں)
- 227 رزقِ حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت
- 237 عرس کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت
- 241 عرس کا مفہوم
- 245 حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر اکامعمول
- 245 صاحبِ مزار کی روح کا حاضریں کے ساتھ بلا واسطہ تعلق
- 249 مزارات پر حاضری کا مقصد
- 250 عرس کی مروجہ صورت حال
- 251 آدابِ عرس
- 252 آدابِ شیخ
- 255 حفظِ قرآن مجید
- 258 لفظ قرآن کا معنی
- 259 قرآن کریم کی حفاظت
- 260 فضیلتِ حفظِ قرآن کریم

انتساب

ان عظیم ہستیوں کے نام

- ☆ جنہوں نے اپنی جان و مال راحت و آرام الغرض ہر چیز کا اللہ سے سودا کر لیا
- ☆ جنہوں نے ذکر الہی کے انوار سے اپنے دل منور کر لیے
- ☆ جو محبت الہی کے چشمے سے سیراب ہوئے
- ☆ جن کے دل خشیت الہی اور فکر آخرت سے درد آشنا ہوئے
- ☆ جو توکل علی اللہ اور رضائے الہی پر ثابت قدم رہے
- ☆ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی بارگاہ میں سراپا ادب بن گئے
- ☆ جو ہر گھڑی اپنے مولا کی یاد میں مستغرق رہے
- ☆ جو وصال حق کے لیے ساری زندگی بے قرار رہے
- ☆ جن کی زندگی کا لمحہ لمحوں مخلوق خدا کی بھلائی کے لیے تھا

حمد باری تعالیٰ

الہی حمد سے عاجز ہے یہ سارا جہاں تیرا
جہاں والوں سے کیوں کر ہو سکے ذکر و بیاں تیرا

زمین و آسماں کے ذرے ذرے میں تیرے جلوے
نگاہوں نے جدھر دیکھا نظر آیا نشاں تیرا

ٹھکانا ہر جگہ تیرا سمجھتے ہیں جہاں والے
سمجھ میں آ نہیں سکتا ٹھکانا ہے کہاں تیرا

تیرا محبوب پیغمبر تری عظمت سے واقف ہے
کہ سب نبیوں میں تنہا ہے وہی اک رازداں تیرا

جہانِ رنگ و بو کی وسعتوں کا رازداں تو ہے
نہ کوئی ہم سفر تیرا نہ کوئی کارواں تیرا

تیری ذات معلیٰ آخری تعریف کے لائق
چمن کا پتہ پتہ روز و شب ہے نغمہ خواں تیرا

محمد علی ظہوریؒ

نعت رسول مقبول ﷺ

قوسین چوں می گویم ابروئے مصطفیٰ ﷺ را
 مازاغ گفته ایزد آن چشمِ حق نما را
 قوسین کیوں نہ بولوں ابروئے مصطفیٰ ﷺ کو
 مازاغ خود کہا ہے پشمانِ حق نما کو
 از طاعتِ الہی دیدم جمالِ احمد
 از حبِ مصطفائی ﷺ دریافتم خدارا
 بس طاعتِ خدا سے دیکھا جمالِ احمدؐ
 اور حبِ مصطفیٰ ﷺ سے رب مجھ کو مل گیا ہے
 اے مجمعِ کرامت از فیض تو چہ دوراست
 شاہِ گرنوازشِ درویشِ بے نوا را
 اے خوبیوں کے مالک ہے دسترس میں تیری
 تو جو نوازے مجھ سے درویشِ بے نوا کو
 اے خسروے حسیناں اے شاہِ نازِ نیناں
 روشن کُن از تجلیِ کاشانہ گدارا
 ”اے خسروے حسیناں اے شاہِ نازِ نیناں“
 انوار ہوں عطا اب کاشانہء گدا کو
 اے تاجِ کج کلاہاں سلطانِ ذی پناہاں
 بر حالِ زارِ عثمانؓ چشمِ کرم خدارا
 ”اے تاجِ کج کلاہاں سلطانِ ذی پناہاں“
 راشدؓ کے حال پر ہو چشمِ کرم خدارا

فارسی کلام: نواب میر عثمان علی خانؒ
 منظوم ترجمہ: صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی

اذنِ نوا

بخدمت جناب بانیء سلسلہ کلیام حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ

اپنی یادوں کو سجانے کی اجازت دے دو
 جذبہ شوق بڑھانے کی اجازت دے دو
 ہے یہ محفل کا تقاضا کہ ترا ذکر چلے
 مجھ کو یہ ذکر سننے کی اجازت دے دو
 چشمہ فیض و عطا آج بھی جاری ہے ترا
 دل کی اب پیاس بجھانے کی اجازت دے دو
 ہم پہ ہے ترے ہی الطاف و کرم کی بارش
 ذکر پُر نور سننے کی اجازت دے دو
 تجھ کو مظہر نے نوازا ہے سر بزم حیات
 سب کو یہ راز بتانے کی اجازت دے دو
 اک زمانہ ہے ترے در کا سوا لی حافظ
 ہم کو بھی بگڑی بنانے کی اجازت دے دو
 تری فرقت میں ہے بے تاب یہ دیوانہ ترا
 قربتیں اس کو بڑھانے کی اجازت دے دو
 پھول دامن میں سمیٹے گا یہ تیرا راشد
 اس کو دربار میں آنے کی اجازت دے دو

صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی

شجرہ طریقت

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا سِلْسِلَتِیْ مِنْ
مَّشَائِخِیْ فِی الطَّرِیْقَةِ الْحَشَشِیَّةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ
اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ سَیِّدِ الْكُوْنِیْنَ وَ رَسُوْلِ الثَّقَلِیْنَ

اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُزَسَّلِیْنَ حَضْرَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُصْطَفٰی ﷺ

اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ مَدِیْنَةِ الْعُلُوْمِ وَ الْمُطَالِبِ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَ الْمَغَارِبِ
اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِمَامِ الْاَشْجَعِیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ
اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ شَیْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

اَبِی النَّصْرِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ ﷺ

اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ شَیْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

اَبُو الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زَیْدٍ ﷺ

اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ شَیْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

اَبُو الْفَیْضِ فَضْلِیْلِ ابْنِ عِیَاضٍ ﷺ

اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ شَیْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ اَمَانَ الْاَرْضِ السُّلْطَانِ

اِبْرَاهِیْمَ اَدَهْمِ الْبَلْخِیِّ ﷺ

اِلٰهٰی بِحُزْمَةِ شَیْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

سَدِیْدُ الدِّیْنِ حُدَیْفَةُ الْمَرْعَشِیِّ ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

أَمِينِ الدِّينِ أَبِي هُبَيْرَةَ الْبَصْرِيِّ رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

مُشَادُ عَلُو دِيْتَوَرِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سِرِّ سِلْسِلَةِ حَشْتِيَانِ خَوَاجَةِ خَوَاجِگَانِ حَضْرَةِ

أَبِي اسْحَاقِ شَاهِي چَشْتِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ قُدْوَةِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ حَضْرَةِ

أَبِي أَحْمَدِ بْنِ فَرَسَنَافَةِ الْچَشْتِيِّ رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ نَاصِرِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

أَبُو مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي أَحْمَدِ چَشْتِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ نَاصِرِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ

أَبِي يُوسُفَ چَشْتِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ قُطْبِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ

مَوْدُودِ چَشْتِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ مَحْدُومِ

حَاجِي شَرِيفِ زَنْدَنِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ مُقْتَدَاةِ آبِلِ عَزَفَانَ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ

عُثْمَانَ هَرَوَنِي رحمته الله

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ قُطْبِ الْعَارِفِينَ سَيِّدِ الْمُؤَدِّينَ حَضْرَةَ خَوَاجَه

مُعِينِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ حَسَنِ سَنَجَرِي ثُمَّ أَجْمِيرِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ بُرْهَانَ حَشْتِيَّانَ شَهِيدِ الْمُحِبَّةِ حَضْرَةَ خَوَاجَه

قُطْبِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ بِمُخْتَارِ أَوْشِي كَاكِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ خَرِيقِ الْمُحِبَّةِ إِمَامِ الْعَارِفِينَ سُلْطَانَ الزَّاهِدِينَ حَضْرَةَ خَوَاجَه

فَرِيدِ الْحَقِّ وَالِدِّينِ مَسْعُودِ كُنْجِ شَكْرِ الْأَجُودِ هَنِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ سُلْطَانَ الْعَاشِقِينَ مَحْدُومِ مَحْدُومِينَ

عَلَاؤِ الدِّينِ عَلِيِّ أَحْمَدِ صَابِرِ كَلْبِيرِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ مُسْتَعْرِقِ بَحْرِ شُهُودِ حَضْرَةَ مَحْدُومِ

شَمْسِ الدِّينِ پَانِي پَتِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ حَضْرَةَ مَحْدُومِ

جَلَّالِ الدِّينِ كَبِيرِ أَوْلِيَاءِ پَانِي پَتِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ حَضْرَةَ خَوَاجَه مَحْدُومِ

أَحْمَدِ عَبْدِ الْحَقِّ رِضْوَلِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ حَضْرَةَ مَحْدُومِ

عَارِفِ ابْنِ أَحْمَدِ رِضْوَلِي ﷺ

إِلَهِي بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَسَائِخِ حَضْرَةَ مَحْدُومِ

مُحَمَّدِ ابْنِ عَارِفِ رِضْوَلِي ﷺ

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

قُطْبِ عَالَمِ شَيْخِ عَبْدِ الْقُدُّوسِ گَنْگُوہی

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ بُرْهَانَ الْأَصْفِيَاءِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

جَلَالِ الدِّينِ تَهَانِيَسِرِي

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ خَوَاجَةِ مُظْهَرِ اللَّهِ التَّامِ الصَّمَدِ

حَضْرَتِ شَيْخِ نِظَامِ الدِّينِ بَلْخِي

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ فَرْدِ الْحَقِيقَةِ شَمْسِ الطَّرِيقَةِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

أَبُو سَعِيدِ گَنْگُوہی

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ قُطْبِ الْمَدِينَةِ الشَّرِيفَةِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

مُحَمَّدٍ صَادِقِ گَنْگُوہی

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

شَيْخِ مُحَمَّدِ گَنْگُوہی

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

شَاهِ غَرِيبِ اللَّهِ جَوْرِ مَا جِرِي

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سِرَاجِ الْوَاصِلِينَ فَخْرِ الْعَاشِقِينَ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

مُحَمَّدٍ أَعْظَمِ

إلهي بحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَدُّومِ

مُحَمَّدٍ بِجَمَالِ رَبُّنِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

شَاهِ حَيَاتِ اللَّهِ سَلْطَانِ

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ زُبْدَةِ الْعَارِفِينَ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

مِيرَانِ مُظَفَّرِ دَارَةِ اَبَادِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سِنْدِ الْوَاصِلِينَ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

سَيِّدِ جَمَالِ عَلِيٍّ كَنْگُوہی

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ شَمْسِ الْعَارِفِينَ نُورِ الْأَنْوَارِ سِرِّ الْأَسْرَارِ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

مَظْهَرِ عَلِيٍّ جَلَالِ اَبَادِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ دَلِيلِ الْعَرْفَانِ نُورِ الصَّمَدَانِ مَوْسَسِ سُلْسِلَةِ كَلِيَامِ

حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدِ شَرِيفِ خَانِ كَلِيَامِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ فَرْدِ زَمَانِ نُورِ الرَّحْمَنِ سِرَاجِ السَّالِكِينَ سُلْطَانِ الْعَاشِقِينَ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

شَيْخِ فَضْلِ الدِّينِ چِشْتِي صَابِرِي كَلِيَامِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

عَبْدِ السَّتَّارِ چِشْتِي صَابِرِي كَلِيَامِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

وَلَايَتِ حُسَيْنِ چِشْتِي صَابِرِي كَلِيَامِي

الہیٰ بِحُزْمَةِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَةِ مُحَمَّدٍ

مُحَمَّدِ عَارِفِ چِشْتِي صَابِرِي كَلِيَامِي



تاثرات بر کتاب مستطاب ”فیضانِ کلیام“

فرید الدھر حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی کلام بھی مشائخ عظام کے کلام سے بہتر اور افضل نہیں کیونکہ اُن کا کلام حال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف لطیف ”فتوحات مکیہ“ کی جلد دوم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

”ہر زمانے میں اولیاء اللہ میں ایک ولی ایسا بھی ہوتا ہے جو قرآن کی آیت وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الانعام: ۱۸) کے مطابق ہر چیز پر غالب اور متصرف ہوتا ہے“

زیر نظر کتاب ”فیضانِ کلیام“ اولیائے کلیام شریف کے احوال تعلیمات اور مناقب پر مشتمل ایک مستند اور حوالہ جاتی کتاب ہے۔ اس تصنیف لطیف کے مصنف و مرتب محترمی جناب پروفیسر صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی کی ذات والاصفات ہیں۔ آپ نہ صرف ایک پروفیسر ہیں بلکہ خطہ پوٹھوہار کی ایک روحانی خانقاہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف کے

بانی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے کی ایک درخشندہ شخصیت ہونے کے علاوہ صابری آستانہ حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ کے زینب سجادہ بھی ہیں۔

کتاب ہذا کے مطالعہ سے اس بندہ پر یہ بات واضح ہوئی کہ مصنف محترم نے کوئی بات یا واقعہ بغیر کسی تحقیق اور حوالہ کے درج نہیں کی اور ایسا کام ہی تحریر کی دنیا میں اعلیٰ نوعیت کا کام شمار ہوتا ہے۔ اس عظیم تحریری کام پر مصنف کتاب جناب صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی میری دلی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ نے اولیائے کاملین کلیام شریف پر اپنے حصے کا چراغ روشن کر دیا ہے۔ اب اس چراغ سے مزید چراغوں کو روشن کر کے اولیاء کلیام شریف کے تحریری و تصویری کام کو مزید بڑھانے کی ضرورت ہے۔

کتاب فیضانِ کلیام کا مرکزی نقطہ تو تصوف ہے لیکن اس میں 9 صوفی شخصیات کا تذکرہ بھی موجود ہے اس بندہ کی رائے کے مطابق چار شخصیات کا شمار تو اولیاء متقدمین میں ہوتا ہے اور پانچ کا شمار صوفیائے متاخرین میں ہوتا ہے۔

اولیائے متقدمین کی چار شخصیات

پہلی شخصیت کلیام شریف کے روحانی مرکز کے بانی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ کتاب فیضانِ کلیام کے صفحہ 49 تا صفحہ 74 پر موجود ہے آپ کے بارے انتہائی مفید معلومات موجود ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔ دوسری شخصیت غوثِ زماں حضرت خواجہ پیر سید مظہر علی شاہ جلال آبادی (اُتر پردیش، ہندوستان) آپ کی مختصر معلومات کتاب کے صفحہ 77 تا صفحہ 79 پر موجود ہیں جو لائق مطالعہ ہیں کیونکہ آپ حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کے مرشد کریم ہیں آپ کا مزار مبارک ریاست اُتر پردیش، سرزمین ہند میں معروف و مشہور ہے۔

تیسری شخصیت تاجدارِ کلیام، شہبازِ لا مکاں، کشتہ حق، امام العشق حضرت

خواجہ فضل الدین چشتی صابری کلیامی کے احوال مبارکہ کتاب فیضانِ کلیام کے صفحہ 80 تا صفحہ 92 پر جگ مگار ہے ہیں۔

چوتھی شخصیت سلطان الاصفیاء حضرت شاہ عبداللطیف المعروف ”امام بری“ نور پور شاہاں، اسلام آباد کے مختصر احوال کتاب کے صفحہ نمبر 128 تا صفحہ نمبر 134 کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

صوفیائے متاخرین کی پانچ شخصیات

ایک شخصیت حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کے خلیفہ اور چار شخصیات حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کی اولاد سے ہیں۔

پہلی شخصیت حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی صابری کلیامیؒ خلیفہ مجاز حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کے مختصر احوال کتاب فیضانِ کلیام کے صفحہ نمبر 97 تا صفحہ نمبر 102 پر مذکور ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔

دوسری شخصیت از اولاد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کے پوتے حضرت خواجہ الف دین کلیامی کے مختصر احوال کتاب کے صفحہ نمبر 108 تا صفحہ نمبر 109 پر موجود ہیں۔

تیسری شخصیت از اولاد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ، حضرت خواجہ عبدالحکیم چشتی المعروف سائیں نذر کلیامی کے مختصر احوال کتاب کے صفحہ نمبر 109 تا 109 صفحہ نمبر پر لائق مطالعہ ہیں۔

چوتھی شخصیت از اولاد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ، حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ جن کے احوال کتاب فیضانِ کلیام کے صفحہ نمبر 111 تا صفحہ نمبر 120 کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ مصنف کتاب فیضانِ کلیام کے جد امجد ہیں۔ آپ نے نہ صرف

اُن کے احوال کتاب فیضانِ کلیام میں تحریر فرمائے ہیں بلکہ بطور پوتا ہونے کی حیثیت سے اپنا حق ادا کرتے ہوئے اپنے جدا امجد کے نام پر مستقلاً بھی ایک کتاب بنام ”صحبتِ صالح“ تالیف فرمادی ہے۔ جو دسمبر 2022ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔

پانچویں شخصیت از اولاد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامی، حضرت خواجہ میاں محمد عارف چشتی صابری کلیامی جن کے مختصراً احوال کتاب فیضانِ کلیام کے صفحہ 121 تا صفحہ 122 کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ فروری 2024ء میں حضرت خواجہ میاں محمد عارف چشتی صابری کلیامیؒ پر مستقلاً ایک ضخیم کتاب ”من نیم“ محترمی جناب عمران علی ملک صاحب کے نوک قلم سے تحریر ہونے کے بعد شائع ہو چکی ہے جس کا دیباچہ محترمی جناب راشد مسعود کلیامی صاحب نے تحریر فرمایا۔

ان صوفی شخصیات کے تذکرے کے بعد دم کی شرعی حیثیت، عشق کا مفہوم اور اس کے تقاضے، آثارِ انبیاء و صالحین سے تبرک کا حصول، بیعت کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت، کرامت کا مفہوم، فضیلتِ رزقِ حلال، عرس کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت، اور حفظِ قرآن کریم جیسے انتہائی اہم موضوعات پر تحقیق اور معلومات فراہم کر دی ہیں جو بے شک لائقِ مطالعہ ہیں۔

معزز قارئین کرام! آج کے اس افراتفری اور پُر فتن دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اولیائے کاملین کی زندگیوں کے علمی و عملی کارناموں پر تحریر کتب کا مطالعہ کریں اور اولیاء اور صالحین کی صحبت اختیار کریں کیونکہ حضرت پیر رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کی صحبت میں ایک گھڑی بھی بیٹھنا سو سال کی عبادت و ریاضت سے بہتر ہے

صحبتِ نیکان اگر یکے ساعت

بہتر از صد سالہ زہد و طاعت

اور اگر ہم سکون اور مسرت والی زندگی چاہتے ہیں تو پھر ہمیں صوفیائے کاملین کے دامن سے وابستہ ہو کر اُن کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنا ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز اس عمل سے ہماری زندگی میں ضرورت پڑی آئے گی اور سکون کی دولت بھی میسر ہو جائے گی۔

تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اگر یہ بزرگ حضرات وفات پا جائیں تو ایسا عمل بتائیں کہ سلامت رہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہر روز ان بزرگوں کے کلام کے 8 اوراق پڑھ لئے جائیں تو یہ بہتری کا سبب بن جائے گا۔

آخر میں بارگاہ رب العزت میں نہایت عجز و انکساری کے ساتھ دعا ہے کہ ان اولیاء و صالحین اور بالخصوص اولیائے کلیام شریف سے ہماری نسبت قائم و دائم رہے اور اُس رحمت و برکت سے بھی مستفیض ہوں جو ان کاملین پر نازل ہوتی ہے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحبہ و بارک وسلم

افتخار احمد قادری

خادم درود و سلام و دلائل الخیرات

مصنف کتب زیارات مقدسہ و سفرنامہ نگار

افشاں کالونی، راولپنڈی کینٹ



ابتدائیہ

الحمد لله على ان هدانا الدين الاسلام والصلوة والسلام على حبيبہ
 وحبیبنا وسیدنا محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کثیرا کثیرا
 موجودہ مادی دور انسانیت کو تمام رشتوں سے دور کرتے ہوئے لالچ اور ہوس
 پرستی کی راہ پر گامزن ہونے پر مجبور کر چکا ہے۔ اور الا ماشاء اللہ سبھی اس راہ کو اختیار کر چکے
 ہیں۔ مذہبی و روحانی اقدار سے دوری نہ صرف ہماری آخرت کی تباہی و بربادی کا باعث ہے
 بلکہ اس دنیا میں بھی ہماری ذلت و رسوائی کی واضح وجہ ہے۔ قرآن مجید دو ٹوک الفاظ میں
 اس کی طرف ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ أَعْمَى (طہ: ۱۲۴)

ترجمہ: جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو میں اس کے لئے زندگی
 کو تنگ کر دوں گا اور قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے اٹھاؤں گا۔

اللہ رب العزت کی رحمن و رحیم ذات نے ہمیشہ انسان کو اپنے راستے کی طرف دعوت دی اور تمام رسولانِ عظام کو اسی مقصد کے لئے مبعوث کیا کہ کہیں ہم اس دنیا کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر آخرت کو نہ بھلا بیٹھیں اور اُس اخروی زندگی کو جو نہ ختم ہونے والی ہے کہیں نظروں سے اوجھل نہ کر دیں جس کی تیاری ہمیں اس دنیا میں رہ کر کرنی ہے۔

اللہ نے نبیوں کو بھیجنے کے سلسلہ کو نبی آخر الزماں امام الرسل جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیرا کے تشریف لانے کے بعد ختم کر دیا اور فرمایا۔

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن مَّرْسُولَ اللَّهِ
وَحَآتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب: ۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیرا) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

سلسلہ نبوت کے اختتام کے بعد دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری علماء حق اور اولیاء اللہ کے حصے میں آئی جو قیامت تک ان ہی مقدس ہستیوں کے ذریعے انجام پذیر ہوتی رہے گی۔ یہ معاشرے کے وہ منتخب ”افراد“ ہوتے ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرتے ہوئے اپنی ساری زندگی گزارتے ہیں۔

قرآن مجید نے ان مقرب و محبوب بندوں کیلئے ایک وعدہ فرمایا ہے کہ

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرہ: ۱۵۲)

سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے ذاکرین کا ذکر بطور جزا کرنے کے مقاصد میں ایک یہ بھی ہے کہ جو بھی راہ حق کا طالب بنے گا اور میری طرف آنے کی کوشش کرے گا تو اس کے لئے میرے محبوب و مقرب بندوں کا ذکر میری سنت بھی ہوگا اور ان کیلئے زاد سفر بھی ہوگا۔ جو شخص ان کے ذکر کو پڑھے گا یا سنے گا اس کو بھی رب قدیر کی محبت و معرفت کی نعمت ملے گی۔ اور یوں سلسلہ در سلسلہ محبت و معرفت کے چراغ روشن ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قرآن مجید میں اپنے مقرب و مقبول بندوں کا ذکر کیا اور ساتھ ساتھ انکی صفات کو بھی بیان فرمایا۔

وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا
(مریم: ۴۱)

”اور آپ کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے بے شک وہ صاحب صدق نبی تھے۔“

وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا (مریم: ۵۱)

”اور اس کتاب میں موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے بے شک وہ (نفس کی گرفت سے خلاصی پا کر) برگزیدہ ہو چکے تھے اور صاحب رسالت نبی تھے۔“

پھر انبیاء کرام کا اجتماعی ذکر فرمایا:

وَكُنَّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ (الانبیاء: ۷۲)
”اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا تھا۔“

مزید ارشاد فرمایا:

وَكُنَّا جَعَلْنَا عَادِيْدِينَ (الانبیاء: ۷۳)

”اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے“

تمام انبیاء کرام کے مبارک تذکروں کو بیان فرمانے کے بعد اس ذکر کے فوائد و مقاصد بیان کیے اور فرمایا:

وَذَكَّرَ لِيْلَعَابِ دِينٍ (الانبیاء: ۸۴)

انبیاء کرام کے اذکار اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ آئندہ اطاعت شعاروں کیلئے نصیحت بن جائے غرض و غایت کو مزید واضح طور پر یوں بیان فرمایا:

وَأَذْخَلْنَا هُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ

(الانبیاء: ۸۶)

”اور ہم نے انہیں اپنے (دامن) رحمت میں داخل فرمایا۔ بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھے۔“

مالک کائنات نے اپنے مقرب و محبوب بندوں کے ذکر کو بالتفصیل بیان کیا کہ یہ سب سامان عبادت گزاروں اور اطاعت شعاروں کیلئے ہے اب جو کوئی چاہے کہ اللہ کی اطاعت و عبادت اور محبوبیت و مقربیت کی راہ پر گامزن ہو تو اس کے لئے یہی تذکرے زاد سفر ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک اللہ والوں کا ذکر کرنا ان کے حالات و واقعات، احوال و کیفیات، ریاضات و مجاہدات، مشاہدات و کمالات اور اقوال و فرمودات کا بیان کرنا ہر صاحب ایمان و محبت کا محبوب عمل رہا ہے۔ علماء کالمین اور اولیاء و عارفین اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان تذکروں کو لکھتے پڑھتے رہے۔ اور ہر دور میں اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی جاتی رہیں اور اس سنت الہی کی برکات کو عام کیا جاتا رہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی تشریف آوری کے بعد تمام انسانوں کی راہبری اور راہنمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء حق اور اولیاء اللہ کے سپرد کر دی گئی۔ جو قیامت کے دن تک برقرار رہے گی۔ ان عظیم ہستیوں نے اس بارگراں کو اٹھایا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو رب رحمان و رحیم کے بتائے ہوئے راستے پر چلایا۔ جس کا

گواہ قرآن مجید ہے۔ فرمایا: لوگو! تم اپنے رب سے ان لوگوں کی راہ پر چلنے کی توفیق مانگو جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
(الفاتحہ: ۵-۶)

بانی سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحب چشتی صابریؒ کی ذات بھی مقبولانِ بارگاہِ الہی میں سے ایک تھی آپ نے خطہء پوٹھوہار کی سرزمین میں آکر نہ صرف جادہء حق سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ آپ کی آمد کے بعد ذکرِ الہی کی برکات سے ہر طرف شادابی اور ہریالی نظر آنے لگی۔

- آپؒ کی سوانح حیات کو تحریر کرنے کے مقاصد میں سے چند ایک یہ ہیں۔
- (۱) ان کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی کی راہوں کو منور کر کے اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔
- (۲) ان کے تذکروں کو تازہ کر کے روحانی کیف و سرور حاصل کیا جائے جس سے ہمیں یادِ الہی کا فیض حاصل ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا فرمان ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ ۓ : قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ كُمْ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: خَيْرٌ كُمْ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ

”حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں تم میں سے سب سے بہتر لوگوں کے بارے

میں خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً! کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا: تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔“

أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: من لا يؤبه له، 2/ 1379، الرقم: 4119، وأحمد بن حنبل في المسند، 6/ 459، الرقم: 27640، والبخاري في الأدب المفرد، 1/ 119، الرقم: 323، والطبرانی في المعجم الكبير، 24/ 167، الرقم: 423.

جس طرح اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنے سے دل و دماغ کو یادِ الہی کا فیض ملتا ہے اسی طرح ان کی زندگی کے حالات و واقعات کا مطالعہ بھی ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

حضور اشخ سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؒ، سلطان العارفين حضرت سلطان باہوؒ اور کئی دوسرے اولیاء اللہ نے اپنی کتابوں کے مطالعے کی ترغیب دی ہے۔ کیونکہ اللہ کے نیک بندوں کے احوال اور ان کے فضائل و کرامات سے انسان کی زندگی کو نور اور روشنی ملتی ہے اور انسان اللہ کے قرب کے راستوں سے آشنا ہو جاتا ہے اور اگر ان صالحین کی محبت میسر نہ آئے تو بارگاہِ خداوندی سے دوری مقدر بن جاتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں

چوں شوی دور از حضور اولیا
در حقیقت گشتہ دور از خدا
اس تحریر کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم بھی اس نور سے فیض حاصل کر کے اس گروہ میں داخل ہو سکیں۔

اس کتاب میں بالخصوص بانی سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کی حیات مبارکہ کے اہم واقعات آپ کے ارشادات اور آپ کے فیض یافتہ اور منظور نظر خلیفہ، امام العشاق حضرت خواجہ بابا فضل الدین چشتی

صابری کلیائیؒ کی سوانح حیات و کرامات کو بیان کرنے کے علاوہ تصوف کے چند اہم موضوعات کو اولیاء و صوفیاء کی کتابوں سے جمع کر کے افادہ عام کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس عاجزانہ کوشش میں اگر کوئی خوبی ہے تو اللہ رب العزت کی توفیق سے ہے اور جو کمی رہ گئی ہے اس کی وجہ میری کم علمی ہے۔

کتاب کی تالیف میں میری خصوصی سرپرستی اور حوصلہ افزائی میرے نہایت ہی مشفق و محسن جناب ماموں جان مرزا محمد اور نگزیب صاحب (مرحوم) (اے سی ریٹائرڈ) نے کی۔ ان کے علاوہ خاندان کے دیگر بزرگوں اور مختلف دوستوں نے بھی اپنی تمام تر کوششوں کے ذریعے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بھرپور تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم آقائے دو عالم افضل الانبیاء والرسل جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً اور اپنے مقربین کے طفیل ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے حصہ عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

گرفتبول افتد زبے عز و شرف

پروفیسر صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی

کلیام شریف تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی

صابری آستانہ حضرت خواجہ ولایت حسین کلیائیؒ

کھیری مورت فتح جنگ، الہ

موبائل: 0333-5131584

ای میل: kaliamisarkar@gmail.com

فیس بک:



سلسلہ چشتیہ کا منبع و مصدر مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام الاولیاء مصدر ولایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے دس برس قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی مولانا روم فرماتے ہیں

کسے مرا میسر نہ شد این سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

آپ کی والدہ نے آپ کا نام اپنے والد کے نام پر اسدرکھا اور والد نے زید رکھا آپ کی ولادت کا سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تشریف لائے اس وقت تک آپ نے آنکھ نہیں کھولی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے جو نبی گود میں لیا تو آپ نے اپنی آنکھیں کھول لیں گویا دنیا میں آنے کے بعد

پہلی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے اپنی زبان مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈال دی اس طرح پہلی غذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا لعاب دہن بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے آپ کا نام علیؑ رکھا۔ علیؑ آپ کا نام علیؑ، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب اور لقب حیدر کر رہے۔ والد کا نام ابوطالب تھا جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے چچا تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے دادا کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی پرورش کے کفیل رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب دوسری پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے جاملتا ہے آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے چچا زاد بھائی کے علاوہ داماد بھی تھے۔ آپؑ کی والدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا جو ہاشمی الاصل تھیں اور حضرت عبدالمطلب کے بھائی حضرت اسد کی صاحبزادی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ان سے اپنی حقیقی ماں کی طرح محبت کرتے تھے، آپؑ سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اور حسنین کریمینؑ کے والد ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے آپؑ کو تین سال کی عمر میں اپنی سرپرستی میں لے لیا حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے اپنی اولاد کی طرح ان کی پرورش کی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے اعلان نبوت فرمایا تو

جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ان میں حضرت علیؑ بھی شامل تھے

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ

ایمان لائے

الترمذی فی السنن، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب : مناقب علی بن ابی

طالب ﷺ، ۵/۶۴۲، الرقم ۳۷۳۵، وأحمد بن حنبل في المسند، ۳/۳۶۷، والحاكم في المستدرک، ۳/۴۴۷، والطبرانی في المعجم الكبير، ۱۱/۴۰۶، الرقم ۱۲۱۵۱، ۲۲/۳۵۲، الرقم: ۱۱۰۲، والهيثمی في مجمع الزوائد ۹/۱۰۲۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً اپنے قریبی رشتے داروں کو اسلام کی دعوت دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے اپنے رشتے داروں کو جو کم و بیش چالیس تھے ضیافت پر مدعو کیا ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے سگے چچا سید الشہداء جناب حمزہؓ، جناب ابوطالبؓ، جناب عباسؓ اور ابولہبؓ بھی شامل تھے۔ ضیافت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان سے کہا کہ وہ تبلیغ دین میں ان کے معاون بن جائیں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اس خدمت پر آمادہ نہ ہوا انہوں نے عرض کی میں آپ کا ساتھ دوں گا اگرچہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر ہوں اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے اظہارِ مسرت فرمایا اور زمانے نے دیکھ لیا کہ آپؐ نے اس عہد کو کس خیر و خوبی سے نبھایا۔ تمام عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی خدمت کی اور دین کی تبلیغ فرمائی۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر آپؐ بلا خوف و خطر ہر بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً پر سو گئے تاکہ لوگوں کی امانتیں واپس کر سکیں سوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں کمالِ جان بازی سے حصہ لیا۔ جنگ خندق میں عرب کے نامور پہلوان عمرو بن عبدود کو جہنم رسید کیا۔ غزوہ بدر کے موقع پر ولید اور شیبہ کو آپؐ نے ختم کیا۔ خیبر میں مرحب کو آپؐ نے واصل جہنم کیا۔ آپؐ فاتح خیبر ہیں تینوں خلفائے راشدین کے مشیر اور دستِ راست کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپؐ چار سال نو ماہ خلیفہ رہے آپؐ نے قرآن و سنت کے مطابق خلافت کی۔ آپؐ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ آپؐ ایک خارجی ابنِ ماجہ کے ہاتھوں مسجد میں شہید ہوئے۔ عراق کے

شہر نجف اشرف میں آپؐ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔

اشاعت دین آپؐ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تھا آپؐ فرماتے ہیں جو شخص نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے برائی کی روک تھام کرتا ہے وہ ایک چلتی پھرتی لاش ہے آپؐ نے فرمایا حرام کاموں سے نفس کو روکنا بھی صبر کی دوسری قسم ہے۔

حضرت علیؑ شجاعت میں منفرد تھے آپؑ کی قوت ارادی نہایت مضبوط اور زبردست تھی آپؑ انتہائی خطرناک حالات میں بھی کبھی ہمت نہیں ہارتے تھے مرد میدان ہونے کے علاوہ علم و فضیلت کے میدان میں بھی آپؑ کا بہت بلند مقام ہے آپؑ فصاحت و بلاغت میں بھی بے مثل تھے فقہ میں آپؑ کا پایا بہت بلند تھا آپؑ کے خطبات اور مکاتیب کا مجموعہ ”نہج البلاغہ“ پڑھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ آپؑ حکیم العرب اور انتہائی خوش بیان تھے اس کے علاوہ آپؑ ایک انتہائی ذہین اور مشہور ریاضی دان تھے قرآن کے اسرار و رموز اور ایک ایک آیت کے معانی و شان نزول کو خوب سمجھتے تھے آپؑ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کثیراً کثیراً انے ارشاد فرمایا

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه قال قال النبی ﷺ انا مدینۃ العلم و

علی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کثیراً کثیراً انے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے۔

المعجم الكبير لطبرانی، ۵۵: ۱، و مستدرک للحاکم، ۱۲۷-۱۲۶: ۳،

رج: ۱۱۰۶۱، و مجمع الزوائد، ۱۱۳: ۹

مشکل ترین مسائل بھی چند لمحوں میں حل کر دیتے۔ مقدمات کے فیصلہ کرنے میں

آپؐ منفرد تھے۔ 10 ہجری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کثیراً کثیراً انے آپؐ

کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیکر فرمایا۔ آپؐ کو یہاں بڑی کامیابی حاصل ہوئی چنانچہ پورے ہمدان قبیلہ کے لوگوں نے ایک ہی دن آپؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ ان تمام خوبیوں اور سارے اوصاف کو اپنی شخصیت میں سمونے کے ساتھ ساتھ زہد و ورع، فقر و غنا اور ریاضت و مجاہدہ میں آپؐ اکثر صحابہ سے ممتاز نظر آتے ہیں تمام سلاسل طریقت کے امام و پیشوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا سرچشمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اَکثیر ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ علم و لائت کے سردار ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ آپؐ کا نمایاں وصف تھا خود فاقہ سے سو رہتے لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے لاکھوں کی آمدنی کے باوجود تنگی سے گزارا کرتے لباس اور غذا انتہائی سادہ تھی آپؐ کی زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی آپؐ شاہی میں فقیری کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اَکثیرا کا ارشاد ہے

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَخْلِفُنِي فِي النَّسَائِ وَالصَّبِيانِ؟ فَقَالَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ بَارِزُونَ مِنْ مُؤَسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اَکثیرا نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اَکثیرا! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اَکثیرا مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کثیراً کثیراً نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

البخاری فی الصحيح، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک وہی غزوہ العسره، ۳/۱۶۰۲، ومسلم فی الصحيح، کتاب: فضائل الصحابہ، باب: من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ۱۸۷۰، الرقم: ۴/۲۳۰۴، والترمذی فی السنن، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب: مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، الرقم: ۳۷۲۳، وأحمد بن حنبل فی المسند، ۱/۱۸۵، الرقم: ۱۶۰۸، وابن حبان فی الصحيح، ۵/۳۷۰، الرقم: ۶۹۲۷، والبیہقی فی السنن الکبری، ۹/۴۰۔

یہ فیضان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ صرف یہ کہ خود امام حق ہیں بلکہ آپؐ کی اولاد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ عاشقان خدا ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی امت کے چراغ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً مثل آفتاب ہیں تو علیؑ ماہتاب ہیں۔ آپؐ ولایت کے امام ہیں ان کا نطق بے مثال اور خلق باکمال ہے ان کا رب لازوال ہے آپؐ کا ہر حرف ایک کتاب ہے اور آپؐ شہر علم کے باب ہیں قوت پروردگار ہیں حکمتِ قرآن اور شوکتِ انسان ہیں ایمان کی پہچان اور رحمان کی زبان ہیں خطبہ غدیر خم کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ حَجَّةِ الْوُدَاعِ وَنَزَلَ عَدِيرَ حُثَمٍ، أَمَرَ بِدُوحَاتٍ فَقُمْنَ فَقَالَ: كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ فَأَجَبْتُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى وَعِتْرَتِي، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُقُونِي فِيهِمَا، فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا

حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْخَوْضِ ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ مَوْلَايَ وَأَنَا
مَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ - ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ : مَنْ كُنْتُ
مَوْلَاهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالِ الْاَهْلَ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ۔
حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً حجۃ الوداع سے واپس تشریف
لائے اور غدیر خم پر قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کثیراً کثیراً نے سائبان لگانے کا حکم دیا، وہ لگا دیئے گئے۔ پھر
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا مجھے لگتا
ہے کہ عنقریب مجھے (وصال کا) بلاوا آنے کو ہے، جسے میں قبول کر
لوں گا۔ یقیناً میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا
ہوں جو ایک دوسرے سے بڑھ کر اہمیت کی حامل ہیں: ایک اللہ
تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری عمرت۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے
بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے ہو اور یہ دونوں ایک
دوسرے سے جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے سامنے
آئیں گی۔ پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں ہر
مومن کا مولا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں
مولا ہوں، اس کا یہ ولی ہے، اے اللہ! جو اسے (علی کو) دوست
رکھے اُسے تُو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اُس سے تُو
بھی عداوت رکھ۔

اخرجه نسائی فی السنن الکبری - ۵/۳۵، ۱۳۰، الرقم: ۸۱۳۸، ۸۲۶۴ والحاکم
فی المستدرک - ۳/۱۰۹، الرقم: ۳۵۷۶، والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۵/۱۶۶،
الرقم: ۴۹۶۹

عَنْ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَقُولُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ:
رَسُولُ اللَّهِ خَيْرُ النَّاسِ، ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، وَلَقَدْ أُوتِيَ
ابْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثَلَاثَ خِصَالٍ، لِأَنَّهُ تَكُونُ لِي وَاحِدَةً
مِنْهُمْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَمْرِ التَّعَمِّ: زَوْجُهُ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ ابْنَتُهُ، وَوَلَدَتْ لَهُ، وَسَدَّ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَهُ فِي
الْمَسْجِدِ وَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تمام لوگوں سے
افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے بعد
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور پھر حضرت عمرؓ اور یہ کہ حضرت علیؓ کو تین
خصلتیں عطاء کی گئیں ہیں ان میں اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ
مجھے سرخ اونٹوں کو ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (اور وہ تین خصلتیں
یہ ہیں) کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً
کثیراً نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد
ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کثیراً کثیراً نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند
کر دیے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا اور تیسری یہ کہ انہیں حضور نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے خیمہ کے دن جھنڈا
عطا فرمایا۔

اخرجه احمد بن حنبل في المسند ۲/۲۶، الرقم: ۴۷۹۷، وفي فضائل الصحابة،
۲/۵۶۷، الرقم والهيثمى في مجمع الزوائد، ۹/۱۲۰۔

قرآن مجید میں آپ رضی اللہ عنہ کی غریبوں سے محبت کے متعلق آیت نازل ہوئی، عدل کو آپؐ نے سب سے زیادہ اپنے اوپر لازم کیا باب علم، مشکل کشا اور امیر المومنین ہو کر بھی اپنے تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے ایک دفعہ آپؐ کا بازار سے گزر رہا تو ایک شخص تعظیماً آپؐ کے پیچھے ہو گیا آپؐ نے فرمایا اس میں والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو فرماتے خود سنا ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ لِي: أَيْسَبُ رِسْوُلُ اللَّهِ ﷺ فِيكُمْ فَيَكُنْ مَعَاذَ اللَّهِ، أَوْ سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي

حضرت عبد اللہ جدلیؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا کیا تم لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی پناہ، یا میں نے کہا: اللہ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی کلمہ کہا (یعنی میں نے لاعلمی کا اظہار کیا) تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو فرماتے سنا ہے کہ جو علی کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔

اخرجه النسائي في السنن الكبرى، ۵/۱۳۳، الرقم ۸۴۷۶، وأحمد بن حنبل في المسند، ۶/۳۲۳، الرقم ۲۶۷۹۱، والحاكم في المستدرک، ۳/۱۳۰، الرقم ۴۶۱۵، والهيثمی فی مجمع الزوائد، ۹/۱۳۰

مصر کے مشہور مؤرخ جرجی زیدان اپنی مشہور معروف تالیف ”تاریخ تمدن

اسلام“ میں لکھتے ہیں ”سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے غزوات میں حضرت علیؓ کا کردار ایک اہم اور آزمودہ جرنیل کا تھا آپؓ نے سوائے تبوک کے تمام غزوات میں حصہ لیا حضرت علیؓ ماہرین فن حرب کی فہرست میں پہلے نمبر پر آتے ہیں، حضرت علیؓ کے نام کا نعرہ روح ایمانی کو گرمانے اور جذبہ جہاد بیدار کرنے کا موجب ہوتا ہے سچ تو یہ ہے کہ آپؓ روحانی معلم سے لیکر اخلاقی معلم، راعی سے لیکر رعایا، حکمران سے لیکر حکم بردار، مفسر سے لیکر فلسفی اور حکیم سے لے کر صوفی تک سبھی کچھ تھے۔“

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں زمانے کی شکایت کی آپؓ نے فرمایا زمانے کو برا بھلا مت کہو کسی نے کہا ہمیں زمانے سے بہت شکایتیں ہیں لیکن سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ یہ ہمیں یاد نہیں رکھے گا آپؓ نے فرمایا:

تم زمانے پر احسان کرو یہ تمہیں یاد رکھے گا۔ بعض نے کہا کہ جنہوں نے لوگوں پر احسان بھی کیے زمانے نے انہیں بھلا دیا حضرت علیؓ نے فرمایا بار بار احسان کرو احسان کرنے میں کبھی نہ تھکو پھر دیکھنا یہ کوشش کے باوجود تمہیں بھلا نہیں سکے گا۔

یحییٰ بن جعدہ کا بیان ہے حضرت علیؓ نے فرمایا ”اے حاملین قرآن! احکام قرآنی پر عمل کرو عالم وہی ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرے علم کو عمل کی موافقت میں پورا اتارے عنقریب ایسے صاحبان علم ظہور پذیر ہونگے کہ ان کا علم ان کے گلے کے نیچے نہیں اترے گا ان کے ظاہر و باطن میں موافقت نہ ہوگی ان کے علم و عمل میں یکسانیت کا نام و نشان نہ ملے گا ان کی نشستوں میں ہر کوئی ایک دوسرے پر خود کو سر بلند و صاحب عزت گرداننے کی کوشش کرے گا ان کی مجلسوں کی کیفیت یہ ہوگی کہ ہم نشین غضب ناک ہو کر اپنے ساتھی سے کہے گا جاؤ دور ہو کر الگ بیٹھو اور ان اشخاص کے مجلسی اعمال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے کوئی لگاؤ تک نہ ہوگا۔“

ابن عساكر نے تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ”توفیق الہی بہترین رہبر
ہے خوش اخلاقی بہترین دوست ہے عقل و شعور بہترین ساتھی ہے ادب بہترین میراث ہے
اور اندوہ و غم دراصل تکبر سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔“



انابت الی اللہ کا ثمر

اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الشورى: ۱۳)
 اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے
 اپنی طرف جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

اس آیت میں قرآن مجید نے لفظ ”مستقیم“ کا استعمال کیا ہے علامہ امین منظور
 ”مستقیم“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اجتباء ای اصطفاء یعنی اس نے چن لیا۔ ابن
 سیدہ اس کے معنی پسند کرنا لکھتے ہیں۔ (لسان العرب)

علامہ راغب اصفہانی اس لفظ کی لغوی تحقیق کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ
 واجتباء الله العبد تخصيصه اياه بفيض الهی تحصل له منه انواع من
 النعم بلاسعى من العبد وذاك الانبياء ولبعض من يقاربهم من الصديقين
 والشهداء

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو چنتا ہے تو اسے ایسے فیض الہی سے مخصوص کرتا

ہے، جس سے بغیر سعی کے اسے طرح طرح کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ نعمت انبیاء کرام اور صدیقین اور شہداء میں سے بعض مقربین کو ملتی ہے اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کے فضل و احسان کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں۔

(۱) ایک صورت تو (اجتباء) یعنی چننے کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ صرف اپنی مہربانی سے کسی کو اپنے قرب و محبت کیلئے خاص کر کے اس پر اپنے انعامات و احسانات کرے۔ یہ لطف و کرم انبیاء کرام، صدیقین، شہداء پر کیا جاتا ہے۔

(۲) دوسری صورت ”انابت الی اللہ“ کی ہے۔ یعنی انسان ہر چیز سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی کوشش صرف کرے۔ جب کوئی شخص اس راہ طلب پر چلتے ہوئے خلوص نیت سے گامزن ہوتا ہے اور آزمائش و ابتلاء کے ابتدائی مرحلوں میں سرخرو ہو جاتا ہے تو پھر توفیق الہی اس کی دستگیری کرتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔

نحست از طالبی از جملہ بگزم مرو مرو آور
کز آن حضرت ندا آید کہ اے سرگشتہ مراہ ایند
ترجمہ: اگر تو اس کا طالب ہے تو پہلے سب سے قطع تعلق کر لے اور اس کی طرف رخ پھیر لے یہاں تک کہ بارگاہِ الہی سے یہ ندا آنے لگے کہ اے میرے دیوانے راستہ یہ ہے اسی بات کو قرآن مجید اس طرح بھی بیان فرماتا ہے۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ مِرْصُومًا سُبُلَ السَّلَامِ (المائدہ: ۱۶)
ترجمہ: اللہ اس (قرآن) کے ذریعے ان لوگوں کو جو اُس کی رضا کے پیرو ہیں۔ سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے۔

قُلْ إِنَّ اللَّهَ يَضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أُنَابَ (الرعد: ۲۷)
ترجمہ: فرما دیجئے! بے شک اللہ جسے چاہتا ہے (نشانوں کے

باوجود) گمراہ ٹھہرا دیتا ہے۔ اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی جانب رہنمائی فرما دیتا ہے۔

تفسیر مظہری میں علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ خود چن لیتا ہے اسے اپنی ذات کی طرف کھینچ لیتا ہے جس میں اس بندے کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد (جس کا اللہ نے ارادہ کیا) ہوتا ہے اور وہ انبیاء اور صدیقین ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرماتا ہے تو وہ مرید (اس کا ارادہ کرنے والا) ہوتا ہے جیسے اولیاء کرام اور اس کے نیک بندے۔



مختصر تعارف

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیائی
امام العاشقین، عالم ربانی، شیخ طریقت رہبر شریعت بانیء سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف
، حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیائی سلسلہء چشتیہ صابریہ کے وہ چشم و
چراغ اور نیرِ تاباں ہیں کہ جو

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ
(العنكبوت: ۶۹)

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً
انہیں اپنی (طرف سیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں، اور
بیشک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے
کے عملی پیکر بن کر محبت و عشق اور ذکر الہی کے انوار کے فروغ و اشاعت کے لئے دلی کے
تخت اور ہر رشتہ و تعلق کو چھوڑ کر خطہء پوٹھوہار میں تشریف لائے۔
آپ کا نسبی تعلق مغلیہ شاہی خاندان سے تھا۔ آپ اور نگزیب عالمگیر کے

پڑ پڑتے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام روح اللہ بیگ اور دادا کا نام رحیم بیگ تھا۔ جو کہ شہزادہ محمد معظم بہادر شاہ اول کے بیٹے تھے۔

آپ کی شخصیت میں مالک کائنات نے وہ خوبیاں ودیعت کی ہوئیں تھیں جو کسی انسان کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان ولایت کی بلندیوں تک لے جاتی ہیں۔ انہی خوبیوں کے زیر اثر، حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کا سفر طریقت بھی طے ہوا۔

آپ نے حسب روایت ابتدائی تعلیم دلی سے ہی حاصل کی جس کو ”بائیس خواجہ کی چوٹ“ کہا جاتا ہے۔ اور پھر اپنی عملی زندگی کے سفر کا آغاز کیا مگر تقدیر الہی میں آپ کے لئے جو کام مقرر ہو چکا تھا وہ صرف آپ کے رب کے ہی علم میں تھا۔

آپ کا راہ سلوک میں قدم رکھنے کا پہلا واقعہ، آپ کے جد طریقت سلطان المشائخ نائب رسول فی الہند، خواجہ خواجگان، حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجرئی ثم اجیرئی کے واقعہ سے مکمل ہم آہنگی رکھتا ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز اپنے والد گرامی کے موروثی باغ میں مصروفِ عمل تھے۔ کہ جب ایک مجذوب حضرت ابراہیم قدوزئیؒ کا گزر آپ کے باغ سے ہوا تو خواجہ غریب نوازؒ نے اُن کی بے حد تعظیم کی ایک درخت کے سائے میں بٹھا کر انکو رکا ایک خوشہ پیش کیا جس پر حضرت ابراہیم قدوزئیؒ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے ہماری دعوت کی ہے اور ہم تمہیں اپنی طرف سے تحفہ دیتے ہیں انہوں نے اپنے تھیلے سے ایک ٹکڑا نکالا اور چبا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا جسے کھاتے ہی خواجہ غریب نوازؒ کے سینہ مبارک میں نور و معرفت کا لاؤ روشن ہو گیا اور آپ دنیا سے بے نیاز ہو کر راہِ خدا میں عازم سفر ہو گئے۔

یونہی بانیء سلسلہ چشتیہ کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کی زندگی کو بھی خالق تقدیر نے ایک فقیر اور مجذوب کی خدمت کے بدلے میں تاج ولایت سے نواز کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

آپؐ کی زندگی میں پیش آنے والا واقعہ آپ کے لئے ایک تاریخ ساز انقلاب کا باعث بنا۔ جس نے آپ کو اللہ رب العزت کے قرب و رضا کی منزل سے ہمکنار کر دیا۔

آپ دہلی کے بازار سے فوجی دستے کی ہمراہی میں رسالدار میجر کے ظاہری عہدے کے ساتھ گزر رہے تھے کہ کانوں نے ایک عجیب آواز سنی۔ وہ آواز جس نے ان کی زندگی کی کاپلٹنا تھی۔ جس نے ان کو انقلاب سے آشنائی عطا کرنا تھی۔ جس نے ان کی زندگی کو رب کے قرب کی منزل عطا کرنا تھی۔ وہ دلفریب آواز کسی مجذوب کسی درویش خدا مست کی تھی۔ وہ درویش جو لمحوں میں فیض کے چشمے نگاہوں سے عطا کر دیتے ہیں۔ جو چند ساعتوں میں دل کی دنیا کو بدلنے کی صلاحیتوں سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ وہ جو زندگی کی تاریکیوں کو روشنیوں اور نور سے بدلنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جو انسان کو اپنے رب سے ملانے کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے ہی ایک درویش نے آپ کی توجہ کو اپنی آواز سے، اپنے ایک سادہ سے جملے سے اپنی طرف کھینچ لیا تھا وہ جملہ یہ تھا کہ ”جیڑا مینوں رنج کے کھلاوے جو مگے سو پاوے“، یعنی جو مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔ اس طرح فقیروں کا کھانے کا سوال کر کے آزمائش کرنا ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ جیسے حضرت علیؑ نے تین دن روزہ رکھا اور فقیر تین دن آتا رہا۔ آج شاہی خاندان کے اس شہزادے کا نصیب بھی جاگ اٹھا تھا۔ آپ اس درویش کو ایک کھانے کی چھابڑی والے کے پاس لے گئے اور کھانا پیش کیا اس درویش نے وہاں موجود سارا کھانا کھا کر پھر وہ آواز لگائی۔ جو مجھے پیٹ بھر کے کھلائے گا جو مانگے گا ملے گا۔ آپ نے اپنے پاس موجود تمام رقم گھوڑا زین ہتھیرا سب کچھ بیچ کر اس درویش کی خواہش کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو وہ مجذوب خوش ہو کر اٹھا اور گلے لگا کر بولا تو نے میرا پیٹ کھانے سے بھرا ہے میں نے تیرا سینہ نور سے بھر دیا۔ جلال آباد شریف (ہندوستان کے شہر) جاؤ وہاں ایک غوث سید مظہر علی شاہؒ رہتے ہیں ان کی بیعت اختیار کرو۔

آپ فوج سے استعفیٰ دے کر جلال آباد شریف پہنچے اور حضرت سید پیر مظہر علی شاہ جلال آبادیؒ کی خدمت میں حاضری دی۔

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوقِ جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

طالبِ عشق

جب خواجہ حافظ محمد شریف خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سید مظہر علی شاہ جلال آبادیؒ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سید مظہر علی شاہ صاحب درس و تدریس میں مصروف ہیں آپ نے دل میں سوچا کہ میں تو کچھ اور لینے آیا ہوں یہاں تو کوئی اور چیز ملتی ہے۔ حضرت سید مظہر علی شاہؒ نے آنے والے کے چہرے پر جمالی نظر سے دیکھا اور گویا ہوئے میں تو ایک پنساری کی طرح دکان رکھتا ہوں اور ہر مرض کے مریض کے لئے میرے پاس الگ الگ دوا ہے۔ تم اگر عشق کے خریدار ہو تو حجرے کے اندر آ جاؤ۔ آپ حجرے کے اندر داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا گیا اور پھر جب دل بے قرار نے نور کے نظارے کئے اور عجائبات و اسرار سے آنکھیں چار ہوئیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ چھ ماہ تک عالم سکر میں گزر گئے حتیٰ کہ دیمک جسم پر چلنا شروع ہو گئی۔ حضرت سلطان باھوؒ نے اس کیفیت کے متعلق کیا خوب ارشاد فرمایا:

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے سارے ہو
اکو حرفِ عشق دانہ پڑھ دے بھلے پھرن و چارے ہو
اک نگاہ جے عاشق دیکھے لکھ ہزاراں تارے ہو
لکھ نگاہ جے عالم دیکھے کسے نہ کدی چاڑے ہو
عشق عقل وچ منزل بھاری سو کوہاں دے پاڑے ہو
عشق نہ جہاں خریدیا باھو او دوئے جہانیں مارے ہو

اصحابِ کہف

ایک عام اور سادہ ذہن مندرجہ بالا واقعہ کے بارے میں سوال کر سکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ چھ ماہ تک وہ ایک کمرے میں بند رہے بلکہ اس کے ساتھ ان کے جسم پر دیمک اور کیڑے بھی چلتے رہے مگر ان کی زندگی پھر بھی سلامت رہی۔ قرآن مجید اصحابِ کہف کے واقعہ کے ذریعے ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے

فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا
(الکہف: ۱۱)

ترجمہ: ”پس ہم نے بند کر دیئے ان کے کان (سننے سے) اس غار میں کئی سال تک جو گئے ہوئے تھے“

ایک ظالم بادشاہ لوگوں کو زبردستی بت پرستی کی طرف مجبور کرتا تھا تو چند نوجوان جو اپنے دین سے نہیں پھرنا چاہتے تھے وہ اس ظالم اور سنگدل بادشاہ کے شر سے بچنے کے لیے قریبی پہاڑ کے ایک غار میں چھپ گئے جہاں وہ 309 سال حالتِ نیند میں رہے۔ جس دوران کئی بادشاہیں بدلیں گلی کوچوں میں انقلاب آیا مگر ان کی زندگی سلامت رہی، اگر ان کو اللہ رب العزت کئی سو سال نیند کی حالت میں زندہ رکھ سکتا ہے تو اس کی قدرت آج اپنے محبوب کی اُمت کے صالحین کے لئے بھی وہ واقعہ دہرا سکتی ہے چھ ماہ تک کسی کو حالتِ مدہوشی میں رکھنا تعجب کی بات نہیں۔ خدا بھی وہی ہے اور اس کی قدرت و شان بھی وہی ہے۔ وہ کل بھی سب اختیار کا مالک تھا وہ آج بھی اختیارِ کل رکھنے والا رب ہے۔

حضرت موسیٰ اور واقعہ طور

اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب 70 منتخب نیکو کار افراد کو لیکر کوہ طور پر اللہ رب العزت کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو انوارِ الہیہ کی تجلی ظاہر ہوئی جسے دیکھتے ہی جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اور آپ کے ساتھ آنے والے تمام افراد مر گئے

اور طور پہاڑ جل کر سرمہ بن گیا اور پھر اللہ رب العزت کی قدرت نے جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوش عطا کیا اور بقیہ ساتھیوں کو پھر سے زندہ کیا گیا۔

پوٹھوہار روانگی اور راز کی بات

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ جب طریقت و سلوک کی منازل طے کر چکے اور صحبت شیخ سے آپ خوب فیضیاب ہو کر سیر ہو گئے تو آپ کو غوثِ زماں حضرت سید مظہر علی شاہؒ نے پوٹھوہار کی خلافت عطا فرمائی۔

حضرت سید مظہر علی شاہؒ نے وقتِ روانگی روحانی فیض عطا کرنے کے علاوہ اپنا جبہ مبارک اور ٹوپی عنایت کی۔ اور یہ فرمایا: کہ آپ خطہء پوٹھوہار جا کر مخلوقِ خدا کی رہبری کا فریضہ سرانجام دیں اور وہاں ایک عظیم المرتبت مردِ خدا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کی نگرانی اور تربیت کی ذمہ داری آپ کی ہے وہ دنیا میں آ کر نفس کے ساتھ اس طرح جہاد کریگا جس طرح آج تک کوئی نہیں کر سکا۔ اس اشارہ سے آپ کے مرشدِ گرامی نے شہبازِ لامکانی فرد الزماں شیخ المشائخ امام العشاق حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کی تشریف آوری کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروائی۔

فیضِ باطنی و تبرکات کے بعد

بانی سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کلیامیؒ نے عرض کی کہ وہ علاقہ پانی کی کمی کی وجہ سے اکثر قحط کا شکار رہتا ہے۔ اس پر مرشدِ گرامی نے فرمایا کہ آپ کی برکت سے وہاں ہریالی و شادابی ہو جائے گی۔ اور پھر آپ کے تشریف لانے کے بعد اللہ نے اس علاقے کو اس طرح ہرا بھرا کیا کہ پھر کبھی قحط سالی نہ آئی۔ حضرت پیر سید مظہر علی شاہؒ نے آپ کو اپنا رزق خود کما کر کھانے کا حکم دیا اور کہا کہ رزقِ حلال ہی مقامات و مراتب کے حصول کا ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور محبت کا باعث ہے۔

عشاق کا نصیب اور مولوی صاحب

جلال آباد شریف سے روانگی کے بعد راستے میں ایک جگہ آپ نے قیام کیا جہاں آپ کی ملاقات ایک مولوی صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کدھر سے آرہے ہیں اور کدھر جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ جلال آباد سے آرہا ہوں اور اپنے مرشدِ گرامی کے حکم کے مطابق پوٹھوہار کے علاقے میں فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے جا رہا ہوں۔ مولوی صاحب عرض گزار ہوئے کہ آپ آج رات مجھے خدمت کا موقع عطا فرمائیں تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی صبح آپ کو اپنی منزل کی طرف یہاں سے روانہ کر دوں گا۔ آپ نے اس کی پُر خلوص دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور وہیں رات گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے رات مسجد میں قیام کیا اور مولوی صاحب کو اپنے مرشدِ گرامی کے عطا کردہ تبرکات جس میں ان کا جبہ مبارک اور ٹوپی مبارک تھی ایک تھیلے میں ڈال کر دیئے اور کہا کہ یہ میری زندگی کا حاصل اور میرے مرشد کے تبرکات ہیں جن کو میں امانتاً آپ کے پاس رکھتا ہوں ان کو اپنے گھر لے جا کر سنبھال دیں۔ صبح جاتے ہوئے آپ سے واپس لے لوں گا۔ رات جب مولوی صاحب اور ان کے گھر والے سوئے ہوئے تھے تو انہوں نے ان تبرکات سے ذکر الہی کی آوازیں سنیں اور ساری رات اس طرح تھیلے سے ذکر الہی کی آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ مولوی صاحب یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ یہ متبرک اشیاء اس فقیر کو ہرگز واپس نہ کروں گا۔ مولوی صاحب کا لالچ اپنی جگہ برحق تھا کیونکہ ان کو ایسی چیز مل گئی تھی جو باعثِ صد برکات تھی اور ان کا یہ ارادہ اپنی جگہ درست تھا مگر یہ ایک ایسے فقیر کی امانت تھی جو کسی مرشدِ کامل کا فیض یافتہ تھا۔ جس نے اپنا سب کچھ قربان کر کے یہ چیزیں پائیں تھیں۔ جس نے ہر عہدہ، منصب، خاندان، شاہی مراتب اور ظاہری جاہ و حشمت ایک فقیر کی سدا پر قربان کر دی تھیں وہ ان چیزوں کو مولوی کے حوالے کیسے کر سکتا تھا۔ لیکن وہ صاحبِ توانِ قربانیوں سے بے خبر تھے۔ اور اس حقیقت

سے نا آشنا تھے کہ یہ تبرکات اس طرح چرا کر حاصل نہیں ہو سکتے ان کے حصول کے لئے اپنا تن من دھن لٹانا پڑتا ہے اس کیلئے عشق کی پرخطر وادی سے گزرنا پڑتا ہے تب جا کر کہیں منزل مقصود کے راستے کا پتہ ملتا ہے یہ تو عشاق کے حصے کی چیزیں ہیں یہ تو حال والوں کا نصیب ہیں اور قال والے ان کو حاصل کرنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں۔ یہ ہر کسی کا حصہ نہیں۔ مولوی صاحب دل میں تبرکات نہ دینے کا مکمل تہیہ کئے ہوئے تھے صبح ہوئی آپ نے اپنی منزل کی جانب رواں لگی کی تیاری کی اور مولوی صاحب کو کہا کہ میری امانت لے آؤ تاکہ میں جاؤں۔ مولوی صاحب کا ارادہ اور نیت بدل چکی تھی وہ ان تبرکات کو واپس دینے پر ہرگز آمادہ نظر نہیں آتے تھے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ کونسی امانت؟ میرے پاس تو آپ کی کوئی چیز امانت نہیں۔ باقی نمازی بھی مسجد میں موجود تھے انہوں نے پوچھا اے اجنبی مسافر تیری کونسی چیز ہمارے امام کے پاس امانت تھی آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد کے تبرکات ایک جبہ اور ٹوپی ایک تھیلے میں تھے جو رات میں نے مولوی صاحب کو امانت دے دیے تھے مگر اب وہ یہ امانت واپس نہیں کر رہا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اے فقیر! ہمارا امام کوئی ایسا غریب یا بے ایمان نہیں جس نے تمہاری یہ چیزیں اپنے پاس رکھ لی ہوں مگر وہ لوگ اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ کوئی عام کرتہ اور ٹوپی نہ تھے بلکہ یہ تو عشق کی منزل پر پہنچنے اور اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے بعد ملے تھے جو ان کیلئے انمول تھے اور گنج گرانمایہ سے بھی بڑھ کر اہمیت کے حامل تھے آپ نے لوگوں کی یہ بات سنی تو دل میں سوچنا شروع کیا کہ اب کیا کیا جائے؟ بے بسی کے عالم میں اپنی متاع حیات کو اس طرح لٹا دیکر کھرا موشی اختیار کی اور آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دوسرے روز پھر مولوی صاحب کو کہا کہ میری امانت واپس کر دو۔ مسافروں کو اس طرح فریب دے کر لوٹنا اچھا فعل نہیں۔ مگر مولوی صاحب پر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا وہ اس بات کو بھی نہ سوچ سکا کہ جس کے پاس اس طرح کے تبرکات ہوتے ہیں وہ بھی خالی ہاتھ نہیں ہوتا اس کو بھی رب نے اپنی

عنایات و کرامات سے ضرور نوازا ہوتا ہے اور اس کا مرشد جس کی یہ تبرک چیزیں ہیں وہ کس قدر بلند مراتب و مقامات کا مالک ہوگا۔ مولوی صاحب نے دوسرے روز دھمکی دی کہ اگر اس بات سے باز نہ آئے تو تمہیں جان سے مار دوں گا اس پر آپ کے دل سے آہ نکلی جو مولوی کی بد قسمتی کہ پہلی داستان لکھتی ہوئی غائب ہو گئی اور اسی روز مولوی صاحب کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ اس واقعہ کا بھی مولوی صاحب پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ اپنی بات پر ڈٹا رہا۔ آپ نے تیسری دفعہ پھر مولوی سے اپنی امانت کی واپسی کا مطالبہ کیا تو پھر اس نے انکار کیا۔ اس پر اس کا دوسرا بیٹا مر گیا۔ آپ نے پھر مطالبہ کیا کہ تو اس نے پھر حسبِ معمول انکار کی روش اختیار کرتے ہوئے آپ کے ساتھ سختی کا رویہ اپنایا۔ اس پر لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ مسلسل دو روز سے اس درویش کے مطالبے کے بدلے انکار پر مولوی صاحب کے دو بیٹے مر گئے اس بات میں کوئی سچائی محسوس ہوتی ہے اور یہ درویش جھوٹے چہرے والا محسوس نہیں ہوتا یہ شاہانہ طرز و انداز کے ساتھ درویشی کی شان رکھنے والا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس کی بات شاید سچ ہو سارا علاقہ صحت مند ہے اور مولوی صاحب کے گھر ہیضہ کی وبا ضرور کوئی بات ہوگی۔

لوگوں کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ یہ کوئی عام کرتہ اور ٹوپی نہیں ہے یہ میرے پیر و مرشد کے تبرکات ہیں جو انہوں نے مجھے عطا کئے ہیں۔ اسی دوران مولوی صاحب کے گھر آگ لگ گئی یہ دیکھتے ہی لوگوں نے معافی مانگنی شروع کر دی اور عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ کے نیک بندے اس طرح قہر و غضب نہ کر ہمیں معاف کر دے آپ نے فرمایا کہ اگر امانت نہ ملی تو سارے محلے کو جلا کر رکھ کر دوں گا اس پر سب نے معافی مانگی اور کہا کہ آپ کو اجازت ہے خود جا کر اپنی امانت گھر سے نکال لے آئیں۔ آپ جلتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے اور اپنی چیزیں جو آگ سے بالکل محفوظ تھیں باہر نکال کر لے آئے اور آگ بجھنا شروع ہو گئی۔

اظہارِ کرامت پر ضبط و لائت

جس وقت آپ اپنے مرشد کے تبرکات لے کر اس علاقے سے خوشی خوشی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو اچانک اپنے اندر ایک بہت بڑی تبدیلی محسوس کی کہ باطنی فیض اور روحانی مقامات ضبط ہو چکے تھے۔ وہ نظر جو اپنا سب کچھ لٹانے کے بعد حاصل کی تھی ولایت کی عطا کے ساتھ جو تصرفات ملے تھے ان پر اختیار ختم ہو چکا تھا۔ وہ باطنی نظر جس کے سامنے کائنات کا ذرہ ذرہ روز روشن کی طرح عیاں تھا وہ ضبط ہو چکی تھی۔

معافی پر دوبارہ فیض کا عطا ہونا

آپ اسی پریشانی کے عالم میں واپس پھر مرشد گرامی غوثِ زماں جناب حضرت سید مظہر علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خطا جو جلال اور سختی کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔ اس پر معافی کے خواستگار ہوئے۔ چند دن بعد حضرت سید مظہر علی شاہؒ نے شفقت فرمائی اور آپ کے پاس آکر فرمایا کہ جاؤ تمہارا قصور معاف ہو گیا اور دوبارہ آپ کو وہی مراتب و درجات عطا کر دیے گئے کہ جن سے پہلے آپ کو نوازا گیا تھا۔

اگر اہل اللہ بھی کسی دنیا دار کی طرح اپنے عقیدت مند کو راہ میں چھوڑ دیں تو پھر ان کو ”لج پال“ کون کہے مرشد کی معافی کے بعد تمام صوفیائے چشتیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی بارگاہ میں معافی کی درخواست کی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً جن کو رب نے ساری کائنات اور تمام جہانوں کیلئے رحمت بنایا ہے وہ تو اپنے غلاموں پر بہت ہی مہربان ہیں۔ قرآن آپ کی شانوں کو یوں بیان کرتا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ: ۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک با عظمت)
 رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان
 پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی
 اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں
 کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی بارگاہ سے معافی مل جائے تو رب کریم کی
 بارگاہ سے معافی تو یقینی ہو جاتی ہے اس لیے کہ رب خود فرماتا ہے

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنْ صَلَّاتُكَ سَكَنَ لَهُمُ (التوبہ: ۱۰۳)

ترجمہ: اور ان کے حق میں دعاء فرمائیں بے شک آپ کی دعا ان کے
 لئے (باعث) تسکین ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ

لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا سَرَّحِيمًا (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی
 خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً) بھی ان کے لئے
 مغفرت طلب کرتے تو وہ اس (وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور
 اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی بارگاہ میں
 معافی ملنے کے بعد رب کریم سے توبہ کی قبولیت ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کے
 کلمات ادا کیے۔ اور پھر آپ کو ملک پوٹھوہار کی ولایت دوبارہ عطا ہوئی۔ اس طرح آپ
 پر رب کریم نے اپنا خاص لطف و کرم فرمایا۔ اس سے یہ بات عیاں تھی کہ آپ روز ازل سے

خوش نصیب لکھے جا چکے تھے اور بخشش و عطا آپ کے حصے میں رقم ہو چکی تھی۔ اس پر آپ نے دل سے وعدہ کر لیا تھا کہ اب اگر کوئی میری جان بھی لے لے تو اس راز ولایت کو کرامت کی صورت میں ہرگز ظاہر نہ کروں گا۔ مرشد کے در سے اس لطف و بخشش کے دوبارہ حاصل کرنے کے بعد آپ پوٹھوہار کی سرزمین کو منع انوار بنانے اور فیض عطا کرنے کے لئے جلال آباد سے روانہ ہوئے اپنا گھر بار وطن عزیز رشتہ دار غرضیکہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے چھوڑ کر راستے میں فقرا کی خانقاہوں پر حاضر ہوتے ہوئے کابل پہنچے وہاں ایک درویش ملا جس نے آپ کو بتایا کہ آپ اپنا مقام پیچھے چھوڑ آئے ہیں آپ کی حد ”اکم“ کا علاقہ ہے۔

امام بریؒ کے مزار پر حاضری

کابل سے واپس آ کر آپ حضرت بری شاہ لطیف المعروف امام بریؒ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا اور فاتحہ پڑھی، انہوں نے آپ کو پوٹھوہار آنے پر خوش آمدید کہا۔

حضرت سخی شاہ چن چراغؒ کے مزار پر حاضری

وہاں سے رخصت ہو کر آپ حضرت شاہ چن چراغؒ کے مزار پر انوار پر پہنچے ایک رات وہاں قیام کیا انھوں نے بھی آپ کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ آپ کا مقام یہی ہے۔ آپ کے آنے سے اس علاقے کو امن و سکون ملے گا اور قحط سالی سے اللہ تعالیٰ چھٹکارا بخشے گا اس علاقے کے تمام صوفیاء آپ کے تابع فرمان ہونگے اور اللہ کے حضور شکر گزار ہونگے کہ اس نے ان پر اپنا فضل فرماتے ہوئے آپ کو یہاں بھیجا، تاکہ وہ آپ کے فیض و کمال روحانی سے مستفید ہو سکیں۔

حضرت شاہ چن چراغؒ سے بشارت

حضرت شاہ چن چراغؒ نے روحانی طور پر آپ کو بتایا کہ آپ کے نصیب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ قرآن مجید کی سعادت بھی لکھی جا چکی ہے۔ اس لئے کسی کامل اور باعمل استاد کے ذریعے کلام الہی کو حفظ کریں۔ تاکہ آپ کے ذریعے مخلوق خدا کو کلام الہی کی برکات بھی حاصل ہو سکیں۔

حفظ قرآن کے لئے لنڈی پٹی روانگی

آپ حضرت شاہ چن چراغؒ سے رخصت ہو کر لنڈی پٹی روانہ ہوئے آپ کو کسی نے بتایا کہ وہاں ایک بنہ دھن نامی علاقہ ہے جس میں ایک بہت ہی کامل اور نیک سیرت و کردار کے حامل حافظ ہیں جو خوش الحان ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے قاری بھی ہیں آپ وہاں پہنچے اور اس خوش بخت استاد کے ذریعے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کے استاد باکمال کے ایک نہایت ہی مشفق دوست تھے جن کا نام ”میاں محمد حاجی“ تھا جو اس علاقے میں زاہد عابد اور اعلیٰ سیرت و کردار کے حوالے سے مشہور تھے صاحب مقام اور نیک سیرت استاد کا ساتھی بھی کسی حوالے سے کم نہ تھا۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ آدمی اپنے دوستوں کے ذریعے پہچانا جاتا ہے حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں

چنگیاں لوکاں دی یاری ایویں جیویں دکان عطاراں

بھاویں خوشبو لیئے نہ لیئے حلے آن ہزاراں

مندیاں لوکاں دی یاری ایویں جیویں دکان لوہاراں

بھاویں کپڑے کنج کنج بھیے چڑنگاں پن ہزاراں

اور پھر صحبت کا اثر انسان پر ضرور ہوتا ہے کیونکہ

صحبت صالح تر اصلاح کند صحبت طالع تر اطالع کند

میاں محمد حاجی صاحبؒ کی پیش کش

میاں محمد حاجیؒ کے پاس وہ باطنی نظر تھی جو گودڑی میں لعل کو دیکھتی ہے جو سمندر کی تہوں کے اندر سیپیوں میں محفوظ موتیوں تک پہنچتی ہے۔ ان کی اس باطنی نظر نے اس اجنبی مسافر کی ازلی خوش بختی کو دیکھ لیا تھا اور ان کی نظر پہچان گئی تھی کہ یہ پر نور چہرہ کسی مقبول بارگاہِ الہی کا ہی ہو سکتا ہے۔ گلزارِ فضل کے مصنف راجہ مولا بخش صاحب کا یہ شعر واضح طور پر میاں محمد حاجی صاحبؒ کے دل کی کیفیت کا ترجمان تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

طالب علم جو ہندوستان دا ہے لائق فائق خوب جواں سائیں
 متھا چمکدا چو ہدھویں دے چن وانگوں کوئی مملوک زادہ ہے سلطان سائیں
 انہوں نے دیکھا تھا کہ جو ہندوستان سے آنے والا طالب علم ہے یہ خوب لائق فائق
 اور ذہین ہے اس کے ماتھے کی چوہدویں رات کے چاند کی مثل چمک کسی ازلی خوش بختی
 اور خوش نصیبی کی علامت لگتی ہے اور یہ کوئی ”ملوک زادہ“ یعنی شاہی خاندان سے تعلق رکھنے
 والا لگتا ہے۔ میاں محمد حاجیؒ ایک گاؤں لدوہ جو نوترہ نامی گاؤں کے قریب ہے رہتے تھے۔
 آپ زراعت کے پیشے کے ذریعے اپنا رزق حاصل کرتے تھے۔ اور آپ کی کوئی زربہ
 اولاد نہ تھی۔ صرف ایک شرم و حیا کی پیکر اور اعلیٰ سیرت و کردار کی مالکہ خوش نصیب
 صاحبزادی تھی آپ نے جب حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے روز و شب دیکھے تو آپ کے
 گرویدہ ہو گئے۔ اور اہل ایمان کی طرح ایک نیک سیرت اور خوش رو شخص کو اپنی نحت جگر
 دینے کا ارادہ کیا۔ میاں محمد حاجیؒ نے اس بات کا اظہار اپنے مشفق دوست اور آپ کے استاد
 کے ساتھ کیا تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میاں محمد حاجیؒ نیکی کرنے میں دیر نہیں کرنی
 چاہیے۔

خواجہ حافظ شریف خان رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح

آپ کے استاد اور میاں محمد حاجی صاحب دونوں نے مل کر آپ سے نکاح کا تذکرہ کیا تو آپ نے جواب دیا میں ایک اجنبی مسافر ہوں میرے پاس کوئی مال و دولت نہیں اور نہ ہی ظاہری جاہ و منصب ہے۔ میں اس رشتے کے قابل نہیں ہوں۔ تو میاں محمد حاجی صاحب نے عرض کی اگر آپ میری یہ خواہش قبول کر لیں تو میں آپ کا ساری عمر شکر گزار رہوں گا۔ اور اس میں آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور میرے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کافی ہے۔ آپ میاں محمد حاجی کی پرزور خواہش اور اپنے مہربان استاد کا حکم سن کر خاموش ہو گئے۔ اور دل میں سوچا کہ اگر میں نے اپنے استاد کا حکم نہ مانا تو شاید کہیں رب کریم کی ناراضگی کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔ وہ رب جس نے مجھ پر ہمیشہ احسان و انعام کیا ہے شاید اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے آپ نے اس نکاح کو منظور کیا۔ اور پھر آپ کا نکاح اس نیک سیرت خاتون کے ساتھ کیا گیا۔

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کی اولاد

میاں محمد حاجی کی لخت جگر سے آپ کے ہاں ایک فرزند ہوا جو خوبصورت اور خوش نصیب بن کر دنیا میں آیا۔ آپ نے اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی غلامی کی نسبت سے غلام مصطفیٰ رکھا۔ جو اپنے والد گرامی کی مسند فقر کے حقیقی وارث بنے۔ انہوں نے حفظ قرآن کریم کے علاوہ علم دین سیکھا اور لوگوں کی راہبری اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ ہندوستان گئے اور واپس آئے تو آپ کو رب نے دوسرا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام حضرت علی مولائے کائنات کی نسبت سے غلام مرتضیٰ رکھا۔ اور فرمایا کہ یہ صابر اور شاکر ہونے کے ساتھ ساتھ نفس پر جبر کرنے والا ہوگا۔ آپ کے انہی دو صاحبزادوں سے آپ کی اولاد چلی جن میں بے شمار مردان فقیر اور عالم دین

ہوئے۔ جنہوں نے اپنے جد امجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقر و رویشی کو ہی اپنا شعار بنایا اور مجاہدات و ریاضات میں اپنی زندگیاں بسر کیں۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کے دونوں صاحبزادگان کم عمر اور نابالغ تھے جبکہ حضرت بابا جی کلیامیؒ عاقل، بالغ اور ذمہ دار حیثیت میں اپنے مرشد زادوں کے نگران بنے جنہوں نے اپنے مرشد زادوں کو قرآن کریم حفظ کروایا اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کما حقہ ادا کی۔

حضرت خواجہ حافظ محمد شریفؒ کی کلیام شریف آمد

کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنی زوجہ محترمہ کو فرمایا کہ میں اس جگہ مزید نہیں ٹھہر سکتا۔ میرا مقام کہیں اور ہے، میرے ذمے ایک بہت بڑا فریضہ ہے جو میں نے ادا کرنا ہے۔ ایک جوان کی روحانی تربیت اور فیض میرے ذمہ لگایا گیا ہے اس لئے مزید ٹھہرنا ناممکن ہے اس پر نیک سیرت خاتون نے جواب دیا کہ یہ دونوں بچے اپنے والد کی کمی کو محسوس کریں گے آپ نے فرمایا کہ ایک بچہ اپنے پاس رکھ لو اور دوسرا مجھے دے دو اس پر بی بی صاحبہ نے بڑے صاحبزادے اپنے پاس رکھے اور چھوٹے صاحبزادے آپ کے ساتھ روانہ کر دیئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی اہلیہ محترمہ اور بڑے صاحبزادے بھی کلیام شریف آپ کے پاس آ گئے۔

آپ اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب کو ساتھ لے کر کلیام شریف پہنچے۔ اور کرم بخش نامی شخص کے ہاں قیام فرمایا جس کی ایک خوش اخلاق اور خوش بخت بیوی بختاوری بی بی تھی جو ”درگائی“ نامی شخص کی والدہ تھی اس نے دل و جان سے آپ کے صاحبزادے کو پالا اور ماں کی مثل خدمت کرنے لگی۔ اس نے آپ کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپ نے اس کی اس پر خلوص خدمت کو سراہا اور وہیں قیام فرمایا وہ خاتون واقعتاً اسم با مسمیٰ ٹھہری کہ اس کے گھر اللہ کے مقبول بندے نے قیام فرمایا تھا وہ

حقیقتاً بیدار بخت اور خوش نصیب تھی جس کو آپ کی خدمت کی سعادت ملی تھی۔ آپ وہاں رہتے اور ٹوپیوں بنا کر رزق حلال کھاتے کسی سے منہ مانگی رقم وصول نہ کرتے بلکہ جو کسی کی مرضی ہوتی دے جاتا۔

مائی بختاوری بی بی کی خدمتوں کا صلہ

بختاوری بی بی اور اس کے خاوند نے اپنے بیٹے درگا ہی کا رشتہ کسی خاتون کے ساتھ بڑی شان و شوکت کے ساتھ طے کیا مگر رب کی تقدیر کے سامنے کسی کی کوئی مجال نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد اس کا خاوند چل بسا وہ علاقے کا نمبردار تھا اور اچھے کھاتے پیتے اعوان خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسکے فوت ہو جانے کے بعد بختاوری بی بی کے گھر رزق کی جنگی آنا شروع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت اور اختیار کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ مگر جو اللہ تعالیٰ کے دوست بن جاتے ہیں تو پھر وہ ان کی بات نہیں مالتا۔ حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر نے ارشاد فرمایا:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنْ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَوْ جَاءَ كُمْ يَسْأَلُهُ دِينَارًا لَمْ يَعْطِهِ وَلَوْ سَأَلَهُ دِرْهَمًا لَمْ يَعْطِهِ وَلَوْ سَأَلَهُ فَلَسًا لَمْ يَعْطِهِ وَلَوْ سَأَلَ اللَّهُ الْجَنَّةَ لَاَعْطَاهُ إِلَّا هَا ذُو طَمْرَيْنٍ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَفْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَهُ

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر نے فرمایا: بے شک میری امت میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں (کہ ان میں سے اگر کوئی بطور قرض بھی) تم میں سے کسی سے ایک دینار کا سوال کرے تو وہ اسے دینا نہ دے اور اگر کسی سے درہم کا سوال کرے تو وہ اسے درہم نہ دے اور اگر کسی سے

پیسہ کا سوال کرے تو وہ اسے پیسہ نہ دے۔ لیکن (اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مقام یہ ہے کہ اگر) وہی شخص اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اسے جنت عطا فرما دے۔ (اس کی پہچان یہ ہے کہ) وہ پچھٹے پرانے کپڑوں والا گننام قسم کا شخص ہوتا ہے اور اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور بالضرور پورا کرتا ہے۔

اخرجه ابن ابی عاصم فی کتاب الذہد، ۱/۱۲، والطبرانی فی المعجم الاوسط، ۷/۲۹۸، الرقم: ۷۵۳۸، وھناد فی الذہد ۳۲۳/۱، الرقم ۵۸۷، والمنذری فی الترغیب والترہیب ۳/۷۳، الرقم: ۳۸۵۱، وابن رجب فی جامع العلوم والحکم، ۱/۳۶۹، والھیثمی فی مجمع الزوائد ۱۰/۲۶۴

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ

جو اللہ کے کام میں لگ جاتا ہے تو اللہ اس کے کام کر دیتا ہے۔

(تفسیر الرازی، جز 4، ص 35)، (تفسیر الرازی، جز 13، ص 347) مشکوٰۃ المصابیح مع شرح مرعاة - الفصل الثانی، جز 7، ص 42) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة، باب الصلوۃ الضحیٰ جز 4 ص 453) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة، کتاب فضائل القرآن عموماً وبعض، جز 6 ص 499)

آپ نے ایک دن بختاوری بی بی اور اس کے بیٹے درگا ہی کی آپس میں گفتگو سنی کہ لڑکی والوں نے کہا ہے کہ نکاح کا انتظام جلد از جلد کیا جائے تاکہ ہم اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ مائی بختاور اپنے بیٹے سے کہہ رہی تھی کہ اگر شادی کر لی جائے تو گزر اوقات پہلے ہی مشکل ہے شادی کر لینے کے بعد تو ناممکن ہو جائے گی۔ اور انکار کر دیا جائے تو سارا خاندان ناراض ہو جائے گا۔ بختاوری بی بی نے اپنے بیٹے کے سسرال والوں کو کہا کہ میں کسی سے ادھار لینے کی کوشش کرتی ہوں اور اگر ادھار نہ ملا تو ایک سال کے عرصہ تک ہم کچھ نہ کچھ ضرور بندوبست کر لیں گے۔ اس بات کو انہوں نے منظور کر لیا دونوں ماں بیٹا اس تنگی رزق

کے ہاتھوں مجبور تھے کیونکہ غریبی تو کفر کی حد تک لے جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا

(مشکوٰۃ حدیث ۵۰۵۱، کنز العمال ۱۶۶۸۲)

ترجمہ: قریب ہے کہ غریبی کفر تک لے جائے

اس غم سے اُس خاتون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے اُسے روتے دیکھا تو پوچھا ”اے نیک دل خاتون کیوں روتی ہو“ تو اس نے عرض کیا کہ میں اپنے بیٹے کی شادی نہیں کر سکتی کیونکہ گھر میں رزق کی کمی ہے باقی اخراجات بھی پورے کرنے کا بندوبست نہیں۔ صرف مانیوں کی رسم پر ہی بارہ من آٹے کا خرچ آئے گا، ہماری برادری بہت بڑی ہے اور میں یہ خرچ برداشت نہیں کر سکتی آپ نے فرمایا: تمہارے گھر اس وقت کس قدر اناج موجود ہے اس نے عرض کی صرف ایک من گندم ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو پیس کر ایسے برتن میں ڈال دو جس کے اندر پورا ایک من آٹا سا جائے اور پھر ڈھکن سے بند کر دو مائی نے گندم پیس کر ایک برتن (کوٹھی) میں ڈال کر ڈھکن سے ڈھانپ دیا پھر عرض کی کہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق گندم پیس کر برتن میں ڈال دی آپ نے فرمایا کہ مجھے دکھاؤ مائی اس برتن کے پاس گئی تو آپ نے اس کا ڈھکن اتار کر آٹے کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اب اپنے بیٹے کی شادی خوشی سے کرو اور کسی دوسرے آدمی کو اس بات کی ہرگز خبر نہ دینا اب ان شاء اللہ تیرے گھر رزق کی کمی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک تو اس بات کو خفیہ رکھے گی اور اگر بات ظاہر کر دی تو پھر یہ برکت اٹھ جائے گی۔

گھتہء اُو گھتہء اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آپ کے اس فرمان کے بعد اُس کے گھر میں رزق میں اس قدر برکت آ گئی کہ کتنے عرصے تک اُسے چکی پیسنے کی حاجت محسوس نہ ہوئی

بختاور بی بی کا افشائے راز

ارد گرد کی عورتوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مائی بختاور کو عرصہ ہوا کبھی آٹا پیستے نہیں دیکھا اس نے کتنا آٹا پیس کر رکھا ہوا ہے آخر کار اُس کی بہن نے پوچھا کہ بہن کیا بات ہے کہ تمہیں کبھی آٹا پیستے نہیں دیکھا۔ اور تیرے ہاتھوں پر چکی پیسنے کے نشانات بھی نظر نہیں آتے۔ جبکہ دونوں وقت آٹا پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں نشانات پڑ چکے ہیں۔ ایک وقت اگر چکی نہ پیسوں تو وقت نہیں گزرتا اور تم ہو کہ کتنے عرصے سے چکی نہیں پیسی اور نہ ہی بتاتی ہو کہ ماجرا کیا ہے مائی بختاور نے راز دارانہ انداز میں کہا کہ اگر تم یہ بات سنبھال سکو اور کسی اور کو نہ بتاؤ تو میں تمہیں بتاتی ہوں بہن نے حامی بھر لی تو مائی نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ہمارے گھر جو ہندوستانی فقیر رہتا ہے یہ بڑا باکمال اور بابرکت شخص ہے اس نے مجھے کہا کہ جتنی تیرے پاس گندم ہے وہ پیس کر ایک برتن میں ڈال دو جب میں نے ایسا کر لیا تو انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ آٹے میں لگایا اور فرمایا کہ تم یہ آٹا استعمال کرتی رہنا ان شاء اللہ یہ ختم نہیں ہوگا اور اس بات کی خبر کسی کو نہ دینا۔

جب مائی نے اپنی بہن پر یہ راز افشا کر دیا تو فقیر کے منہ سے نکلی ہوئی بات نے اثر دکھایا اور گھر سے رزق کی وہ برکت جو ہاتھ لگانے سے میسر آئی تھی ختم ہو گئی اور ساتھ ہی حضرت خواجہ حافظ صاحب کی شہرت عام ہو گئی۔ اس پر آپ نے اس کے گھر سے ایک اور جگہ اپنا ٹھکانہ منتقل کر لیا۔ آپ کا راز جو اس کرامت کی شکل میں عام مخلوق کی نظروں سے آج تک محبوب اور مستور تھا وہ افشا ہو گیا تھا آپ کے دل پر یہ بات ناگوار گزری تھی اس لیے بابا نظام الدین کے دادا ملک محمد صدیق کے گھر آپ تشریف لے آئے اور ان کے گھر کے بالکل قریب ایک جگہ بیٹھ کر یاد خدا میں مست ہو گئے بابا ملک صدیق دل سے خوش ہوئے کہ آج ایک مرد درویش نے اس کے گھر کو پسند کیا ہے اور اللہ کے نور اور رحمتوں کے نزول کے لئے اس کے گھر کو یہ سعادت بخشی گئی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ
 اللہ تعالیٰ جس پر اپنی رحمتوں کا دروازہ کھولتا ہے تو اس کو اپنے اولیاء کا قرب عطا کر
 کے اُن کی خدمت کرنے والا بنا دیتا ہے۔ اس قسم کی سعادتیں کم لوگوں کے نصیب میں ہوتی
 ہیں۔

گرد متاں گرد گر مئے کم رسد بوئے رسد
 بوئے او گر کم رسد رویت ایشاں بس است
 آپ کی اسی بیٹھک کو جو بابا ملک صدیق صاحب کے گھر میں تھی یہ بھی ایک ابدی خوش
 بختی ملی کہ اس جگہ پر بیٹھ کر ہی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ نے اپنے مرید خاص
 سلطان الاولیاء حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابریؒ کو فیض باطنی سے نوازنے کے لئے
 اپنی بیعت میں لیا۔ جس فیض کی روشنی سے نہ صرف کلیام کی بستی کو ضیاء ملی بلکہ خطہء پٹھوہار
 کے گرد و نواح بھی مرقع انوار بنے پھر اس نور کے حصول کے لئے پروانے ہر طرف سے
 اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اور اس طرح یہ چشمہ فیض پوری روانی کے ساتھ چلنا شروع
 ہو گیا۔ اور تا قیامت ان شاء اللہ اس چشمہ فیض و رشد و ہدایت سے لوگ مستفید ہوتے
 رہیں گے۔ اس بیعت پر حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کا وہ فرض بھی ادا ہو گیا جو آپ کے مرشد
 گرامی نے پٹھوہار کی طرف آمد کے وقت عائد کیا تھا۔ آج آپ اپنے کام سے بری الذمہ
 ہو چکے تھے اور اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً
 اور اپنے مرشد گرامیؒ کے سامنے سرخرو سمجھ رہے تھے۔

حضرت خواجہ فضل الدین کلیائیؒ کے بڑے بھائی جن کا نام غلام رسول تھا نے بھی
 آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی اسی مقام پر کی تھی اور کئی سال تک اپنے مرشد کی
 خدمت کا شرف بھی پایا تھا۔ مگر قسمتوں کا لکھا تبدیل ہونا ممکن نہیں تھا اس لئے آپ کے
 نصیب میں وہ فیض نہ آیا جو آپ کے چھوٹے بھائی کے حق میں کاتبِ تقدیر نے مختص کر دیا تھا۔

تقسیم فیض اور بابا فضل الدین کلیامیؒ

حضرت حافظ محمد شریف خان صاحبؒ کو عمر کے آخری ایام میں تیز کھانسی اور کسی مہلک بیماری کا حملہ ہو گیا تھا۔ اس بیماری کے دوران ہی آپ نے اپنے خاص خدمت گار غلام رسول صاحب جو بابا جی فضل الدین کے بڑے بھائی تھے کو حکم فرمایا کہ آج ایسی چیز کھانے کی طبیعت ہے جس کو عرصہ ہوا کھانے کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ غلام رسول صاحب نے عرض کی حضور حکم فرمائیے ابھی تیار کر دیتا ہوں۔ تب آپ نے فرمایا کہ ”کھیر بنا کر لے آؤ“ وہ فوراً کھیر تیار کر کے لے آئے اس وقت آپؒ کی خدمت میں بابا جی کلیامی حضرت فضل الدینؒ بھی حاضر تھے۔ کھیر خواجہ حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ نے لقمہ منہ میں ڈالا ہی تھا کہ کھانسی شروع ہو گئی اور وہ لقمہ منہ سے نکل کر اس برتن میں جا گرا۔ تقدیر کا لکھا آج پورا ہونے لگا تھا اور قسمتوں کے دھنی آج برتری حاصل کرنے والے تھے۔ آج اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کی رونمائی ہونے والی تھی آج نصیبوں کی تقسیم کا دن تھا۔ آپ نے اپنے خادم خاص کی خدمتوں کا بدلہ چکانے کے لئے حکم فرمایا ”غلام رسول یہ کھیر تم کھا لو“۔ غلام رسول صاحب کے نصیب میں کچھ نہ لکھا تھا خاموش رہے پھر فرمایا غلام رسول کھا لو اس پر بھی غلام رسول صاحب خاموش رہے۔ فوراً نصیبوں والے جاگے اور مرید با وفا فضل الدینؒ عرض گزار ہوئے کہ اگر اجازت ہو تو میں کھا لوں، آپؒ نے تیسری مرتبہ پھر غلام رسول صاحب کو کہا کھا لو مگر وہ اس حصہ خاص سے محروم ہو چکے تھے۔ خاموش رہے تو پھر آپ نے بابا جی کلیامیؒ کو حکم دیا کہ فضل الدینؒ تم کھا لو۔ آپ نے وہ تمام کھیر بھی کھالی اور مٹی کے پیالے کو رگڑ کر اس کی خاک بھی کھالی اور اس خزانہ باطنی کے وارث بن گئے جو حضرت پیر سید مظہر علی شاہ صاحبؒ جلال آبادی نے حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کو نوازا تھا۔

دراصل کسی کا مقرب ہونے کے لئے صفات کا ہونا لازمی تو ہے۔ لیکن صفات ہی مقرب بننے کے لئے کافی نہیں ہوتیں قرب صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی میسر آتا ہے

چاہے وہ مقرب پیغمبری کی صورت میں ہو یا ولایت کی شکل میں۔

جب امام العشاق بابا فضل الدینؒ نے وہ کام کر دکھایا جو غلام رسول صاحب نہ کر سکے تو اس وقت خواجہ حافظ محمد شریف صاحبؒ نے خوشی کے عالم میں اپنے رب کے حضور کلماتِ تشکر ادا کیے کہ آج ربِّ قدیر کی بارگاہ اور اپنے مرشد کے سامنے میں سرخرو ہو چکا ہوں۔ جس طرح ایک بیٹا جوان ہو کر اپنے والدین کا بوجھ اپنے ذمے لیتا ہے تو والدین پھر اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتے ہیں اور ان کے ذہن کو پھر سکون ملتا ہے۔ اسی طرح فضل الدینؒ نے اپنے مرشد کے بوجھ کو اتار کر انکے کندھوں کو آزاد کر دیا تھا اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے تو ایک شخص کا نماز جنازہ میں انتظار کرنا وہ بہت دور سے آئے گا تقریباً چار دن لگ جائیں گے۔ آپ کا یہ ارشاد سنا تو بابا جی کلیائیؒ زار و قطار رو پڑے اور غمِ فرقت میں تڑپ اُٹھے اس پر مرشد گرامی نے فرمایا رو نا دھونا کوئی اچھا عمل نہیں اور نہ ہی شریعتِ مطہرہ اس کی اجازت دیتی ہے۔ بس میری وصیت پر عمل کرنا۔

حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کا وصال مبارک

اس واقعے کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے اس دار فانی کو چھوڑا اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے اور نفسِ مطمئنہ کو ابدی خوش خبری سنائی گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ امْرُجِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً
مَرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّاتٍ
(الفجر: ۲۷-۳۰)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ
تو اپنے رب سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس داخل ہو جا میرے
بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

اس لئے کہ تو نے دنیا کو اپنا حقیقی گھر نہ سمجھا اور تو نے دنیا میں رہ کر اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کے لئے نفسِ امارہ کو جو ہر وقت گناہ کی طرف لے کر جاتا ہے، نفسِ مطمئنہ بنا دیا تھا۔ اور نفس کو دنیاوی لذائذ اور خواہشات کی پیروی نہیں کرنے دی۔ تو ہر وقت اور ہر لمحہ اپنے خالق و مالک کو نہیں بھولا تو نے ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کی جس سے تیرے مالک نے روکا تھا اور ہر وہ کام کیا جس کو تیرا خالق پسند کرتا تھا۔ تو نے مخلوقِ خدا کی بہتری کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں۔ تو نے اپنے مولا کو راضی کرنے کے لئے اپنا تن من و دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ اور تو نے اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھایا۔ آج تجھے ان سب محنتوں اور قربانیوں کا صلہ دیتے ہیں۔ آج تجھے ہم منزلِ مقصود سے ہمکنار کرتے ہیں۔ آج تجھے دنیا کی قید سے رہائی دیتے ہیں تجھے دنیا کی مشکلات و مصائب سے خلاصی دیتے ہیں اور تجھے اپنے فضل سے اپنے قرب سے نوازتے ہیں اس حال میں کہ تو بھی اپنے رب سے راضی ہے اور تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے اور تجھے اپنے ان بندوں میں شامل کرتے ہیں جو تجھ سے پہلے اپنے رب کی رضا کی منزل کو پا چکے ہیں جن کو اپنے مولا کی خوشنودی حاصل ہو چکی ہے۔ جن کا مقام جنت ہو چکا ہے۔

آپ کا وصال جمعہ کے دن 21 صفر 1270ھ بمطابق 1849ء کو ہوا اور آپ کی وصیت کے مطابق چوتھے دن آپ کی تدفین ہوئی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

مزار مبارک کی تعمیر اور عرس کی اجازت

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ مجاز امام العشاق حضرت خواجہ فضل الدین کلایؒ نے آپ کے روضہ مبارک کی تعمیر اور عرس کے علاوہ بیٹھے پانی کے کنوئیں کا بندوبست کرنے کے لئے اجازت چاہی کیونکہ اس وقت کلیام شریف کے اس علاقے میں جہاں آج

مزارات مقدسہ ہیں بیٹھے پانی کا کوئی انتظام نہ تھا مگر خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ نے کسی بھی بات کا جواب نہ دیا اور نہ ہی کسی جگہ سے بیٹھا پانی نکلا باباجی نے ادباً خاموشی اختیار کر لی کہ اگر دوبارہ عرض کی تو یہ گستاخی شمار ہوگی۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کے مرشد گرامی حضرت پیر سید مظہر علی شاہ جلال آبادیؒ کے پوتے حضرت پیر سید فتح علی شاہ صاحبؒ کلیام شریف تشریف لائے جن کے چہرہ مبارک سے نور کی شعاعیں روشن تھیں اور اپنے بزرگوں کا روحانی فیض چھلکتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ ہر شخص آپ کی شخصیت سے متاثر تھا۔ آپ کی آمد کلیام شریف کے بانیوں کے لئے باعثِ رحمت تھی۔ باباجی کلیامیؒ اس نورانی مہمان کے میزبان تھے۔ جس مہمان کا میزبان باباجی کلیامیؒ جیسی ہستی ہو اس کا مقام کیا ہوگا؟ آپ نے اپنے دادا مرشد کے پوتے کا حد درجہ ادب و احترام کیا اپنے مریدین کے ساتھ ان کا خصوصی استقبال کیا اور خوب خدمت کی۔ چند دن گزر جانے کے بعد آپ نے صاحبزادہ حضرت سید فتح علی صاحبؒ سے درخواست کی کہ حضور میں نے اپنے مرشد گرامی سے روضہ بنانے اور عرس کی اجازت مانگی وہ بھی نہ ملی اور بہت سی جگہ کنواں کھودنے کی کوشش کی مگر کسی جگہ سے بیٹھا پانی نہ نکلا۔ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر آپ ان تینوں کی منظوری کر دیں کیونکہ آپ ان کے مرشد گرامی کی اولادِ پاک سے ہیں وہ آپ کی بات کو ہرگز نہ ٹالیں گے اس پر صاحبزادہ سید فتح علی شاہ صاحبؒ نے باباجی کلیامیؒ کو تسلی دی اور فرمایا میں رات کو عرض کر دوں گا اور کل آپ کو اس کا جواب مل جائے گا۔

اگلی صبح حضرت سید فتح علی شاہ صاحبؒ نے باباجی کلیامیؒ کو خوش خبری سنائی کہ آپ کی تینوں باتیں قبول کر لی گئی ہیں اور مجھے خاص طور پر حکم ہوا ہے کہ میں خود کنواں کھودنے کی ابتدا کروں۔ اس پر باباجی کلیامیؒ اور حضرت صاحبزادہ سید فتح علی شاہ صاحبؒ نے کنواں کھودنے کی ابتداء خود کی۔ جب کنواں کھودا گیا تو پانی بیٹھا نکلا اور اس قدر وافر کہ تمام ضرورتوں سے زیادہ تھا۔

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کے مریدین و خلفاء
 آپ نے مشیت خداوندی کے تحت مریدین کی تعداد بہت کم رکھی شاید اس کی وجہ یہ
 تھی کہ آپ کے اس سلسلہ رشد و ہدایت کی باقی ساری ذمہ داری آپ کے منظور نظر خلیفہ
 مجاز حضرت خواجہ فضل الدینؒ کے سر تھی۔ جن سعادت مند ہستیوں کو آپ کے حلقہ ارادت
 میں آنے کا شرف ملا اُن کی صحیح تعداد اور مکمل تفصیلات کو بیان کرنا حقیقت کو محدود اور مفید
 کرنے کے مترادف ہے تاہم آپ کے مریدین میں سے چند شخصیات کے اسماء گرامی یہ
 ہیں:

امام العشاق حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابری کلیامیؒ

حضرت غلام حسین صاحبؒ

حضرت غلام رسول صاحبؒ

ملک غلام صاحب

غوث زماں حضرت خواجہ

پیر سید مظہر علی شاہ حلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مرشد گرامی بانیء سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ



واقف اسرارِ رموزِ طریقت و معرفت، شہسوار میدانِ حقیقت، حضرت پیر سید مظہر علی شاہ چشتی صابر کی رحمۃ اللہ علیہ ولایت میں انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ آپ اپنے وقت میں مقامِ غوثیت پر فائز تھے۔ آپ خاندانِ سادات کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کو گھر میں ہی خالص دینی ماحول ملا۔ جس میں للہیت، اخلاص، سچائی اور نیکی کی تمام خصوصیات شامل تھیں۔ اس ماحول میں یقیناً قطرے کو سمندر کی تہہ میں سیپ میسر آنے کے بعد گوہر بننے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ آپ نے اپنے گھر سے ہی تمام خصوصیات حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ سیکھ لئے تھے اور جوں جوں زندگی کے لمحے آگے بڑھتے گئے آپ کے اندر یادِ خدا اور خوفِ الہی کے جذبات مزید فروغ پاتے گئے۔ آپ نے تعلیم و تربیت مکمل کرنے کے فوراً بعد ایک درس گاہ قائم کی جس میں آپ نے قال اللہ و قال رسول کی تعلیم دینی شروع کی اور ساتھ ہی ساتھ آنے والے تشنگانِ علم کو روحانی فیوض و برکات عطا کرنے کا آغاز کیا۔ آپ کے علم، زہد و ورع اور تقویٰ کا چرچا عام ہونے لگا اور دور دراز تک آپ کے علم و عمل اور تقویٰ و طہارت سے فیض پانے والے افراد آپ کی ذات و شخصیت کا تعارف بن گئے۔ جن میں بڑے بڑے علماء، صلحاء، صوفیاء اور سالکانِ راہِ طریقت شامل ہیں ان فیض یافتگان میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف کے بانی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کلیامی رحمۃ

اللہ علیہ کی ذات بھی ہے۔ شہنشاہِ کلیام حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی چشتی صابری علیہ الرحمۃ جیسی نابغہ روزگار شخصیت اور سرِ بکراں آپ کے سلسلہ کے افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کلیامی رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کی خدمت اقدس میں ایک مجذوب کی رہنمائی سے پہنچے تو آپ نے ایک درسگاہ کا ماحول دیکھا جس میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا۔ خواجہ حافظ صاحب کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید یہاں صرف ظاہری علوم کا ہی سلسلہ ہے مگر خواجہ سید مظہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے دل میں آنے والے خیالات پر نظر کرتے ہوئے فرمایا: میں تو ایک پنسار کی طرح ہوں جو آدمی جس مرض کی دوا لینے کے لئے آتا ہے میں دے دیتا ہوں۔ اگر کوئی ظاہری علم کا پیاسا ہو تو اُسے وہ ملے گا اور اگر کوئی باطنی اسرار و رموز کا متلاشی ہے تو وہ بھی مجھ سے ملے گا۔ یوں آپ نے خواجہ حافظ صاحب کو فیضِ باطنی کے خزانے عطا کرتے ہوئے ولایت کا شہنشاہ بنا دیا۔ اور پھر وہ سلسلہ فیض آج تک پوری آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔

آپ کا وصال باکمال تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوا۔ مزار پُر انوار جلال آباد انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔

منقبت در شان حضرت سید مظہر علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

ہیں مقبل جلال و علا مظہر علی شاہ صابری
 نور چشم مصطفی ﷺ مظہر علی شاہ صابری
 لخت جگر شاہ علی سبط نبی ﷺ سالار دین
 فرزند شاہ کربلا مظہر علی شاہ صابری
 بس خلق اور اخلاق میں رکھتے تھے خلق صابری
 بس تھے حبیب کبیریا مظہر علی شاہ صابری
 کہتے ہیں سب خورد و کلاں میرٹھ بے شک بے گمان
 اوصاف ہیں صدق و صفا مظہر علی شاہ صابری
 فانی بخود باقی بحق انسان کامل دل رہا
 واللہ تھے شاہ مصدر مظہر علی شاہ صابری
 خواجہ معین کے لاڈلے صابر کے ہیں نور نظر
 دل بند خاموش اولیاء مظہر علی شاہ صابری
 در پر جو آیا آپ کے پائیں مرادیں دل کی سب
 ایسے تھے مقبول دعا مظہر علی شاہ صابری
 مدحت میں ان کی صابری قاصر زباں ہے اب میری
 تھے سر بسر شان خدا مظہر علی شاہ صابری

از قلم حضور شاہ غلام حسین شاہ صاحب چشتی صابری حیدر آباد دکنی رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ از صابری انسائیکلو پیڈیا، صاحبزادہ مقصود احمد صابری

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص

امام العشاق

حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابری کلیمؒ



خواجہ خواجگان، امام العشاق حضرت خواجہ پیر فضل الدین چشتی صابری کلیامی کا تعلق ہاشمی قریشی خاندان سے تھا آپ کا شجرہ نسب بائیس واسطوں کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے جاملتا ہے آپ کے جد امجد مدینہ منورہ سے دہلی تشریف لائے وہاں سے پنجاب کا رخ کیا یہاں سے ضلع گجرات میں آپ کے پردادا جناب حضرت حافظ امان اللہ عرف امین الدین جن کے اسم مبارک پر امن پور داغلی محمدی پور مدینہ مشہور ہوا قیام فرمایا اسی مقام پر یہ خاندان دینی و دنیاوی اور روحانی قدروں کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے وہاں سے آپ کے دادا جناب حضرت حافظ زکاء الدین ترک سکونت کر کے کلیام سیداں میں آکر آباد ہوئے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا آپ کے ہاں حافظ فتح اللہ عرف میاں بڈھا پیدا ہوئے جو حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ چاروں سلسلہ ہائے طریقت نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ اور چشتیہ کی خلافت بھی رکھتے تھے۔ آپ کے ہاتھ کی تحریر شدہ فارسی عربی علم نجوم، علم فلکیات اور فقہ و حدیث کی کتب آج بھی بطور تبرک ان کی اولاد کے پاس موجود ہیں آپ کے ہاں تین صاحبزادگان حضرت شیخ نور احمد، شیخ غلام رسول، اور تیسرے فرزند خواجہ پیر فضل الدین چشتی صابری کلیامی پیدا ہوئے۔ خواجہ پیر فضل الدین چشتی صابری ماہ رجب ۱۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار

کا مزار مبارک کلیام سیداں میں واقع ہے آپ بچپن ہی سے خوش طبع، جاذبِ قلب و نظر شخصیت کے مالک تھے بچپن ہی سے آپ کی عجیب و غریب عادات و مشاغل نے اہل خانہ اور دیگر لوگوں کو گرویدہ بنا رکھا تھا جب ہوش سنبھالا تو سلوک کی منازل طے کیں اور چلہ کشی کا آغاز کیا۔ آپ جنگلوں اور ویرانوں کی طرف یا دالہی کے لیے نکل جاتے آپ کو بچپن ہی سے عبادت کا ذوق و شوق تھا۔ آپ کی طبیعت نہایت ہی سادہ تھی، آپ صبر و استقلال کا مجسمہ تھے۔ آپ دنیاوی عیش و آرام سے دور رہتے تھے۔ ہمیشہ نرم پوٹھوہاری زبان میں گفتگو فرماتے، آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی بچپن ہی میں قرآن پاک کے علاوہ بہت سی دینی کتب کا مطالعہ کیا آپ کے مرشد پاک بانیء سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ منازلِ طریقت طے کرنے اور خرقہ و تاج و لائت ملنے کے بعد کلیام شریف تشریف لائے اور اس مقام کو مرکز تبلیغ بنایا۔ آپ کا تعلق مغل چغچہ گھرانے سے تھا۔ آپ شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت ابراہیم بن ادمؒ کی پیروی کرتے ہوئے فقر و فاقہ کی راہ اختیار کی دن تبلیغ میں اور راتیں ذکر الہی میں صرف ہوتیں۔ لوگ آپ کی نورانی و روحانی محافل میں ذکرِ حق کی ضیاء باریوں سے مستفید اور فیضِ روحانیت سے بہرہ ور ہوتے۔ اسی دوران خواجہ پیر فضل الدین چشتی صابری کلیامیؒ نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور بیعت کی درخواست کی جسے باکمال شفقت منظور فرمایا۔ آپ کی دوپہر موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں برہنہ پتھر پر گزرتی اور موسم سرما کی بخ بستہ راتوں میں اپنے سر مبارک پر پانی ڈلاتے اور فرماتے ہائے جل گیا ہائے سڑ گیا، مسلسل مجاہدہ و ریاضت نے جب آپ کے چلنے پھرنے میں رکاوٹ ڈالی تو آپ نے پاکی میں سفر کیا آپ کے ہاں اکثر سماع کی محفلیں جھی رہتیں۔ حضرت باباجی کلیامی کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوتی تھی جو ہر روز اپنے گاؤں سے آپ کی خدمت میں دودھ پیش کرتی تھی۔ ایک روز دودھ لئے اپنے گھر سے آپ کے ہاں

آ رہی تھی تو راستے میں ایک بہت بڑے سانپ کو دیکھا جو اس کا راستہ روکے ہوئے تھا پہلے وہ بہت گھبرائی مگر پھر جرأت کر کے اس نے آواز دی۔

کالیاناگا، ملکلی والیا، تدتھیں میں کیوں ڈراں

طالب ہواں میں خواجہ فضل شاہ دی تدلڑیاں کیوں مراں

ترجمہ: اے کالے ناگ میں تجھ سے کیوں ڈروں کیونکہ میں تو خواجہ پیر فضل الدین کی خادمہ ہوں تیرے کاٹنے سے میں کبھی نہیں مر سکتی۔ سانپ نے جب یہ سنا تو فوراً ایک طرف غائب ہو گیا، عورت درگاہِ کلیام شریف پہنچی تو سرکار نے پاس بلایا اور پوچھا مائی راستے میں کیا ہوا مائی نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سننا تھا کہ باباجی کلیامیؒ نے فرمایا ”مائی تو صدق دل والی خاتون ہے آج سے کسی کو بھی سانپ کاٹے تو وہ دربار میں آئے اللہ کے کرم سے شفا یاب ہوگا۔

باباجی کلیامیؒ کا سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے خاص تعلق تھا۔ اور پیر صاحب گولڑہ شریف اکثر آپ کے پاس آتے تھے۔ ایک دفعہ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ باباجی کلیامی کی آپ پر خصوصی توجہ ہے تو آپ کی نماز ابھی تک کیوں نہیں چھوٹی اس پر پیر صاحب گولڑہ شریف نے فرمایا کہ اگر باباجی خود بھی مجھے ترک نماز کے لیے کہیں تو میں تعمیل نہ کروں گا اور نہ ہی دوسروں کے کہنے پر ان سے ملاقات چھوڑوں گا۔

پیر صاحب گولڑہ شریف فرمایا کرتے تھے کہ مجاہدہ نفس میں باباجی کو بلند مقام حاصل تھا۔ ایک دفعہ باباجی نے پیر صاحب گولڑہ شریف سے فرمایا پیر جی درویشی مجاہدہ کا نام ہے۔ کئی برس سے نفس ٹھنڈا پانی مانگتا ہے لیکن اسے گرم پانی دیتا ہوں میں نہیں جانتا کہ کس پھل کا ذائقہ کیسا ہے کئی باشرع علماء آپ کے سلسلہ ارادت میں شامل تھے۔ ان میں سے کچھ آخری عمر میں مجذوب ہو گئے تھے۔ باقی تمام پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ ایک رات آپ کمرے میں آرام فرما رہے تھے کہ پاس ہی رکھی ستار پر ایک چوہا گزرا تو تاروں سے ایک جھنکار نکلی۔ آپ تڑپ کر چار پائی سے دور جا گرے اور کہنے لگے۔ ”ہائے سڑی گیاں۔

ہائے ملی گئیں، یعنی ہائے جل گیا آپ پر سماع کا شوق بہت غالب تھا۔ پیر صاحب گولڑہ شریف فرماتے تھے۔ مجھے حیات بابرکات باباجی کلیائی میں ان کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جس قسم کی ریاضات شاقہ، نفسانی راحت کوتاہی والی انہوں نے کی ہیں۔ اہل زمانہ نے اُن کی نظیر نہیں دیکھی۔ اہل ظاہر ان کے اندرونی درد اور شغل باطن سے بے خبری کے باعث ان پر معترض ہوتے تھے۔ ان کا کوئی لمحہ اسم ذات کے ذکر سے خالی نہ گزرتا تھا۔ اور کمال استغراق حال سے اشغال ظاہری کی طرف توجہ کرنے سے معذور تھے۔ ایک دن باباجی کلیائیؒ کی مجلس میں کسی نے پڑھا ”قریباں چین فرید فرید“ تو آپ کی ہڈیوں سے تڑاق تڑاق کی آواز آئی۔ اگر اس مجلس میں کوئی وجد کا انکار کرنے والا شخص ہوتا تو وہ حیران ہو جاتا۔ پیر صاحب گولڑہ شریف پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور باباجی کلیائیؒ پاک پتن شریف باباجی گنج شکرؒ کے عرس پر اکٹھے گئے جب بہشتی دروازے کے کھلنے کا وقت آیا تو باباجی کلیائیؒ نے فرمایا پیر صاحب! دیکھنا جب بہشتی دروازہ کھلے گا تو باباجی گنج شکرؒ کے روضہ پر جو کس ہے وہ گھوم جائے گا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ واقعی کس گھوم گیا۔ آپ نے کس گھومنے کی حکمت بیان فرمائی تھی کہ اس وقت حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر اور اصحاب کبار اور مشائخ عظام تشریف لاتے ہیں اور یہ سلامی ہے۔

موہڑہ گوہڑہ کلیام اعوان کا رہنے والا جنگ نامی شخص کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا۔ اس بے چارے کی وجہ سے گھر والے بھی اس سے بے زار تھے۔ ایک دن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آکر عرض کرنے لگا حضور مجھے اس موذی مرض سے نجات عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ حکیم کے پاس چلے جاؤ۔ اس سے دوا لو جو پرہیز وہ بتائے اس کے مطابق دوا کھاؤ۔ اللہ کرم کرے گا۔ جنگ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور زار و قطار رونے لگا اور عرض کرنے لگا حضور دوائی پہلے بھی بہت کھا چکا ہوں۔ کوئی

آرام نہیں۔ اب کوئی دوا نہیں کھاؤں گا۔ اب تو صرف آپ کی نگاہ کی ضرورت ہے۔ آپ اللہ کے ولی ہیں اگر ایک نظر فرمادیں تو مجھے اس مرض سے نجات مل جائے گی۔ آپ نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے۔ حضور والی کلیام نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ تمام احباب اللہ سے دعا کرو کہ اسے شفا ہو جائے۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جنگ سے فرمایا کہ اپنا کوہڑ والا جسم میرے جسم سے مس کر اور میرے کنوئیں پر جا کر نہا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کہ اپنا خون آلود کوہڑ والا جسم آپ کے جسم سے مس کیا اور آپ کے کنوئیں پر جا کر نہایا جب وہ نہا کر آیا۔ تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کبھی اس کو مرض ہوا ہی نہیں۔

ہندوستان کے ایک ناپینا مولوی صاحب آپ کی خدمت عالیہ میں کلیام شریف پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ مولوی صاحب کس طرح آنا ہوا۔ جواب میں مولوی صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام جنگل میں کسی درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ درخت پر ایک کوا بولنے لگا۔ آپ نے جب اوپر نگاہ اٹھا کر کوئے کی طرف دیکھا تو کوئے کا رنگ تبدیل ہو کر سفید ہو گیا وہ کوا اپنی جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ گیا۔ جہاں بہت سے کوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کا رنگ بدلا ہوا دیکھا۔ تو اس کو مارنا شروع کر دیا۔ وہ اڑ کر اپنی پہلی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ حضور میری برادری نے مجھے نہ پہچانتے ہوئے مارنا شروع کر دیا ہے وہ تو اس طرح مجھے مار ڈالیں گے۔ آپ نے اس کی فریاد سن کر دوبارہ نظر اس کی جانب کی تو وہ موتی چمکنے لگا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا۔ حضور مجھ پر بھی کرم فرماتے ہوئے ظاہر و باطن کی نگاہ فرمادیں۔ تاکہ شیطان کے شر سے میں بچ سکوں۔ حضور والی کلیام نے فرمایا کہ مولوی صاحب تو نے نبی کے ساتھ میری مثال دی ہے۔ اٹھ یہاں سے چلا جا اور اپنے خادم نور علی جو کہ مغل گاؤں کے رہنے والے تھے ان

سے فرمایا نور علی اس کو لے جاؤ اور کلیام سے باہر جا کر راستہ بتادو۔ نور علی اس ناپینا حافظ کو لے کر آپ کے آستانہ عالیہ سے نکلا۔ چلتے چلتے سڑک کے کنارے آکر نور علی نے کہا کہ مولوی صاحب یہ راستہ سڑک کو جاتا ہے ناپینا کہنے لگا نور علی اب مجھے چھوڑ دو میں نے باباجی سے مانگا تھا۔ مجھے مل گیا ہے۔ خدا نے مجھے ظاہر و باطن کی روشنی دے دی ہے۔

دیوان صاحب پاکپتن شریف نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر تمام مشائخ کو دعوت دی۔ اسی سلسلہ میں دیوان صاحب کا خادم خاص آپ کی بارگاہ میں شادی کا پیغام لے کر پہنچا۔ آپ نے وعدہ فرمایا اور وقت مقررہ پر شادی میں شرکت کے لئے کچھ تحفے لے کر پاکپتن شریف پہنچے۔ تو اس وقت بارات تیار تھی۔ دیوان صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ صرف آپ کی آمد کا انتظار تھا۔ لہذا اجازت دیجئے۔ تاکہ بارات روانہ ہو سکے۔ آپ نے اجازت دی۔ بارات روانہ ہوئی۔ تو سب سے پہلے آپ کی پاکی تھی۔ جس میں آپ سوار تھے۔ اور اس کے پیچھے دیوان صاحب اور باقی تمام باراتی جن میں کئی سجادہ نشین مشائخ عظام شامل تھے۔ بارات میں گھوڑے، اونٹ ہاتھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ بارات بڑی شان و شوکت سے جاری تھی۔ جب بارات شہر کے نزدیک پہنچی تو کسی نے دیوان صاحب سے عرض کیا۔ باباجی میاں فضل الدین کلیامی علیہ الرحمۃ کی پاکی پیچھے کروائیں۔ اور آپ بذات خود آگے چلیں۔ دیوان صاحب نے اس کی بات مانتے ہوئے ایک گھوڑا سوار سے کہا کہ جاؤ باباجی کلیامی میاں فضل الدین علیہ الرحمۃ کی پاکی رکوادو۔ جب گھوڑا سوار نے چلنے کا ارادہ کیا تو دیوان صاحب نے فرمایا کہ نہیں رہنے دو۔ اس لئے کہ ان کی پاکی بذات خود حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ نے آگے رکھی ہوئی ہے۔ اس سفر میں حیوان تھک گئے ہیں۔ جبکہ میاں فضل الدین کلیامی علیہ الرحمۃ کی پاکی اٹھانے والے نہیں تھکے۔ وہ بالکل ہشاش بشاش نظر آ رہے ہیں۔ اس میں کوئی راز ضرور ہے۔

بارات چلتے چلتے لڑکی والوں کے شہر میں داخل ہوئی تو معلوم ہوا کہ پورے شہر میں چچک کا مرض پھیلا ہوا ہے۔ ہر گھر میں چچک کی وبا اور مرض ہے۔ لوگ اس وبا کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس شہر کے لوگ کرامات اولیاء کے منکر تھے۔ جب حضور بابا جی کلیامی کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص بھی چاول کے سات دانے مجھ سے دم کروا کر کھائے گا۔ اسے اس مرض سے شفا ہو جائے گی۔ آپ کا یہ اعلان سن کر شہر کے تمام لوگ آنا شروع ہو گئے۔ ہر شخص سات دانے چاول لاتا اور دم کروا کر کھا لیتا۔ پورے شہر میں جس نے بھی چاول دم کروا کر کھائے خدا نے اسے شفا بخش دی۔ بالآخر فقر اور اولیاء اللہ کی کرامت کے منکرین جب شفا یاب ہو گئے تو کوئی شخص نقد رقم اور کوئی کھانا اور کوئی تحفے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا۔ یہ تمام ماجرا دیکھ کر دیوان صاحب پاکپن شریف نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ وجہ تھی کہ آپ کے لئے پوری بارات آٹھ دن رکی رہی اور یہی وجہ تھی کہ میں نے اپنی سواری کو اُن کی سواری سے آگے نہ جانے دیا۔

صوبہ سرحد کی مشہور درگاہ کا صاحب علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشین مولوی عبد الحکیم علیہ الرحمۃ موضع کھینگر پٹھوار میں اپنے مریدین سے ملنے اکثر آیا کرتے تھے۔ انہوں نے بابا جی کلیامی کی تعریف اور چرچا سنا تو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ تارک الصلوٰۃ ہیں۔ انہیں آپ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ جب وہ ملاقات کیلئے حضور شہنشاہ کلیام کی خدمت میں پہنچے تو آپ کے پاس عوام اور عقیدت مندوں کا جم غفیر تھا۔ کچھ دیر کے بعد سجادہ نشین کا صاحب جناب مولوی عبد الحکیم صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا ان لوگوں کو باہر بھیج دیں تاکہ ہم تھلے میں بات کر سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اتنے آدمیوں کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے ہم دونوں ہی یہاں سے الگ جگہ چلے جاتے ہیں۔ وہاں بات

ہو جائے گی علیحدگی میں جانے کے بعد مولوی عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا یا حضرت آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نماز نہیں پڑھتے اس کی خاص وجہ کیا ہے۔ تو بابا جی کلیامی نے فرمایا کہ آپ تو فقرا کی اولاد ہیں اور عالم دین بھی میں آپ کو کیا بتاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اس ظاہری وجود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ خدا کے سامنے پیش کیا جائے اس لئے دوسرے وجود کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ شہنشاہِ کلیام کا یہ جواب سن کر مولوی عبدالحکیم علیہ الرحمۃ موضع کھینگر تشریف لائے۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ فرمائیے۔ نماز کے بارے میں حضور بابا جی کلیامی نے کیا جواب ارشاد فرمایا ہے تو مولوی عبدالحکیم علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ جہانِ ادخان تیرا مرشد لاثانی ہے۔ اور جو جواب تیرے مرشد نے دیا۔ وہ کسی اور سے ملنا مشکل ہے۔

حضور بابا جی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک سید تشریف لائے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا کہ حضور میں نے آج رات خواب میں تمام کر بلائے معلیٰ کی زیارت کی اور واقعہ کر بلا کے واقعات کو ملاحظہ کیا اور میں نے کر بلا کا ریتلا میدان بھی دیکھا۔ جس کے سینے پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا لاشہ پڑا رہا۔ اور وہ خیمے بھی دیکھے جس میں اہل بیت اُس وقت قیام پذیر تھے۔ حضور بابا جی کلیامی نے فرمایا آپ نے کر بلا کے تمام واقعات کو دیکھا۔ پھر بھی ہوش میں پھر رہے ہیں۔ میری طرف دیکھیں میں نے میدان کر بلا کا صرف ایک کونہ دیکھا ہے۔ تو اب تک ہوش میں نہ آسکا اور اپنے جسم کو پتھر کی سل پر جلا رہا ہوں۔ اور چھری سے اپنے جسم کا گوشت کاٹ رہا ہوں کہ شاید ہوش میں آجاؤں۔

ایک مرتبہ حالت وجد میں حضور شہنشاہِ کلیام نے خود فرمایا کہ دریا ئے عشق کی اس گہرائی سے تیر کر نکلا ہوں۔ جہاں سے آج سے پہلے نہ کوئی نکلا ہے اور نہ ہی نکلے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا رتبہ لوگوں کو قیامت کے دن ہی معلوم ہوگا۔

والیءِ کلیام حضور بابا فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت دیوان صاحب پاپٹن شریف کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لئے پاپٹن شریف تشریف لے گئے تھے اور شادی کے موقع پر آپ سے جو کرامت ظاہر ہوئی تھی۔ اس موقع پر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کی اولاد پاک سے تعلق رکھنے والے حضرت پیر کالا صاحب علیہ الرحمۃ بھی موجود تھے۔ انہوں نے جب بابا جی کلیامی کی کرامت اور مرتبہ و مقام کو دیکھا تو فوج کی نوکری کرتے تھے۔ انہوں نے اسی وقت فوج کی نوکری کو خیر باد کہہ دیا اور آپ کے ہمراہ ہی کلیام شریف آ گئے۔ پیر کالا صاحب علیہ الرحمۃ چونکہ حضور سرکار گنج شکر علیہ الرحمۃ کی اولاد پاک سے تھے آپ نے کلیام شریف کے قیام کے دوران اسی وجہ سے پیر کالا صاحب کو الگ کمرہ اور پلنگ عنایت فرما دیا تھا۔ کافی عرصہ تک پیر کالا صاحب ایک مرید صادق کی حیثیت سے کلیام شریف میں قیام پذیر رہے۔ ایک دن پیر کالا صاحب نے عرض کیا۔ حضور مجھے سیر کرنے کی اجازت عنایت فرمادیں۔ آپ نے اجازت بھی دی اور کچھ زاد راہ بھی عطا فرمایا پیر کالا سیر کرتے کرتے انڈیا کے ایک علاقے فیروز پور پہنچ گئے۔ وہاں کے لوگ ان دنوں ایک بڑی مصیبت میں مبتلا تھے۔ ان دنوں وہاں پر اس قدر پانی چڑھ آیا تھا کہ لوگ اپنی جان و مال بچانے کی فکر میں تھے۔ وہاں کے لوگوں کو جب علم ہوا کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کی اولاد سے پیر کالا صاحب اس بستی میں جلوہ گرہ ہیں۔ وہ تمام اکٹھے ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض کیا حضور آپ اتنی بڑی ہستی کی اولاد ہیں۔ ہم مصیبت میں گرفتار ہیں۔ یہ پانی ہم سب کو سامان اور مال و اسباب سمیت بہا کر لے جائے گا۔ آپ دعا کریں کہ خدا ہمارے سر سے یہ عذاب دور کر دے۔ لوگوں کی بات سن کر پیر کالا صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب تو تم چلے جاؤ صبح کو آنا تمہارے لئے کچھ کریں گے۔

جب لوگ چلے گئے تو پیر کالا صاحب نے اپنے ساتھی سے کہا کہ بھائی ہم میں اتنی طاقت

کہاں کہ ہم دعا کریں اور پانی یہاں سے چلا جائے۔ صبح ہوگی تو لوگ آئیں گے۔ تو ہم کیا جواب دیں گے۔ اسی لئے بہتر ہے کہ ابھی اپنا بور یا بستر لٹپو اور یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ پیر کالا صاحب علیہ الرحمۃ کی بات سن کر ساتھی نے کہا کہ حضور اب تھکے ہوئے ہیں۔ نیند بھی سخت آرہی ہے۔ لہذا ابھی سو جاتے ہیں۔ آدھی رات کے وقت اٹھ کر یہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے۔ چنانچہ حسب پر وگرام آپ کا ساتھی تو سو گیا۔ مگر پیر کالا صاحب نے بستر گول کر کے سرہانے رکھا اور لیٹ گئے۔ اتفاق سے پیر کالا صاحب علیہ الرحمۃ کی آنکھ لگ گئی۔ تو خواب میں کیا دیکھا کہ مرشد کامل حضور بابا صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ پیر صاحب سوتے کیوں نہیں ہو تو پیر کالا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم یہاں پر بالکل نہیں رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ گھبراتے کیوں ہو صبح تک یہیں رہو۔ جب شہر کے لوگ آئیں گے تو ان سے کہنا کہ ایک بکرا لیکر آؤ۔ بکرا ذبح کر کے اس کا سردر یا میں ڈال دینا۔ جہاں تک سر جائے پانی وہاں تک واپس ہو جائے گا۔ اور بکرے کے سینگ یا گلے میں یہ تعویذ لکھ کر ڈال دینا۔ چنانچہ صبح بیدار ہوئے تو پورے شہر کے لوگ پیر کالا علیہ الرحمۃ کے پاس جمع ہو کر فریاد کرنے لگے کہ حضور آپ بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کی اولاد ہیں۔ برائے کرم مہربانی کر کے ہمیں اس طوفان اور آفت سے نجات دلائیے۔ پیر کالا صاحب نے کہا کہ جاؤ ایک بکرا ذبح کر کے لے آؤ۔ چنانچہ حسب الحکم بکرا ذبح کر کے لایا گیا۔ آپ نے بکرا پانی میں ڈال دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے پانی اس جگہ سے چھ کوس دور چلا گیا شہر کے لوگ پیر کالا کی یہ کرامت دیکھ کر بہت معتقد اور مشکور ہوئے۔ چند روز کے بعد پیر کالا اپنے ساتھی کے ہمراہ وہاں سے رخصت ہو کر کلیام شریف آپ کے دربار گوہر بار میں پہنچے۔ تو آپ نے پیر کالا علیہ الرحمۃ کو خرقہ خلافت سے نوازا کہ فیروز پور انڈیا کی ولایت عطا فرمادی۔ اس کے بعد پیر کالا صاحب تمام زندگی فیروز پور انڈیا میں ہی رہے۔ وہیں ان کا وصال ہوا۔ آج بھی ان کا مزار فیروز پور

انڈیا میں مرجعِ خلافت عام ہے۔

پنجہ ضلع شاہ پور کے مشہور عالم اور قاری جناب عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ جب میں چھاؤنی راولپنڈی میں امام مسجد تھا تو اکثر کلیام شریف میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی باباجی کلیامی کے ایک مرید اور خلیفہ مجاز (حضرت خواجہ مولوی عبدالستار صابریؒ) انہی دنوں حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کو گئے وہاں جا کر انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا

”اپنے بدعتی پیر کو ہمارا سلام کہنا“

جب واپس آئے تو دل میں یہ سوچنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تو باباجی کو بدعتی کہہ سکتے ہیں مگر میرا کہنا خلافِ ادب ہے انہی سوچوں میں کئی دن گزر گئے تو ایک دن باباجی کلیامی نے مولوی عبدالستار صاحبؒ کو مخاطب کیا اور فرمانے لگے کہ میرا سلام مجھ تک کیوں نہیں پہنچاتے اس پر مولوی صاحب عرض گزار ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تو آپ کو کہہ سکتے ہیں مگر میرا کہنا خلافِ ادب ہے اس لیے میں خاموش رہا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ امور علم ظاہر کی دسترس سے باہر ہیں اور نہ ہی ان پر عمل ضروری ہے مگر جب اس قسم کی باتیں مولانا روم جلال الدین رومیؒ، حضرت عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور مجددِ ملت پیر سید مرعلی شاہ جیسے بلند پایہ بزرگانِ دین کی زبانِ قلم سے نکلیں تو پھر دل کو یقین کرنا پڑتا ہے۔ ”نجاتِ الانس“ میں حضرت معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مذکور ہے کہ ان کی نماز چھوٹ گئی تھی علمائے وقت کے اصرار پر آپ نے نماز شروع کی تو ایک نعبہ تک پہنچے تو ہر بنِ موسے خون جاری ہو گیا فرمانے لگے اب مجھے معذور سمجھو گے۔

اس طرح کا ایک واقعہ باباجی کلیامیؒ کا بھی روایت کیا گیا ہے کہ آپ کے پاس مولوی معصوم

رحمۃ اللہ علیہ آئے اور اصرار کیا کہ آپ نماز پڑھیں جب ان کا اصرار حد سے گزرا تو آپ نے فرمایا اچھا جاؤ وضو کے لیے پانی لے آؤ۔ جب وہ پانی لے کر آگئے تو آپ نے وہ پانی کا برتن الٹا یا تو اس میں پانی موجود نہ تھا وہ پھر دوڑتے ہوئے گئے اور پانی کا برتن بھرا لائے جب آپ نے پھر اس کو پلٹا تو وہ خالی تھا تیسری مرتبہ جب ایسا ہی ہوا تو وہ حیران و پریشان ہو گئے کہ میں تو بھر کر لاتا ہوں اس پر آپ نے اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرا تو پانی کی بوندیں گرنے لگیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا جس طرح تم میرا وضو نہیں دیکھ سکے اسی طرح نماز بھی نہیں دیکھ سکتے اس لیے خود پڑھتے رہو اور مجھے میرے حال پر چھوڑو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی شریعت میں سلامتی عقل و حواس، خلاف شرع امور کا ارتکاب ممنوع ہے۔ تاہم بعض مستان بادہ توحید اہل جذب و سکر سے ایسے واقعات کا ظہور ایک امر واقع ہے جن کا ثبوت سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ مجذوب اصلی اور نقلی کا فرق پیش نظر رہنا چاہیے۔ درگاہ مبارک کلیام شریف میں جذام، پاگل کتے اور سانپ کے کاٹے ہوئے مریض شفا یاب ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ فیض آج بھی جاری ہے۔ سردیوں کا آغاز تھا کچھ مریدین آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دیار کی لکڑی کا صندوق تیار کیا جائے۔ خدام نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا وقت وصال قریب آ گیا ہے۔ اپنے محبوب ترین قوال سائیں گلاب اور سائیں مہتاب کو بعد از نماز جنازہ لحد میں اتارتے وقت قوالی کرنے کا حکم فرمایا۔ اور پھر تمام مریدین کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ یکم جنوری ۱۸۹۲ء بروز جمعۃ المبارک سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف کا درخشاں ستارہ اس جہاں فانی سے روپوش ہو گیا۔ نماز جنازہ تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہؒ نے پڑھائی۔

مہر میر میں لکھا ہے کہ:

حضرت بابا جی کلیامؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ

صاحبؔ کو اپنا جنازہ پڑھانے کے لئے وصیت کر رکھی تھی۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ فرماتے تھے جس رات بابا جی کلیامؒ کا انتقال ہوا انہوں نے خواب میں آکر مجھ سے فرمایا: پیر جی میں مر گیا ہوں آکر جنازہ پڑھا جاؤ۔ چنانچہ علی الصبح گھوڑا سواری کے لئے تیار کروایا اور ایک خادم حافظ فصل دین کو ہمراہ لے کر ریلوے اسٹیشن گولڑہ پر پہنچے مگر گاڑی چھوٹ جانے کے باعث بسواری گھوڑا راولپنڈی جا کر ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ گولڑہ شریف ریلوے اسٹیشن پر باوا صاحب کے انتقال کے متعلق تار آیا رکھا تھا۔ اور راولپنڈی کے قریب یہ خبر پہنچانے کے لئے کلیام شریف کا ایک سوار بھی آتا ہوا ملا۔ جسے احتیاطاً بھجوا دیا گیا تھا کہ مبادہ تار وقت پر نہ ملے جنازے میں اس قدر اثر دھام خلاق تھا کہ حضرت پیر صاحبؔ کو گھوڑے پر سوار ہو کر صفیں درست کروانی پڑیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو جناب باوا صاحب بستیء کلیام کے باہر زندہ بھی نظر آئے تھے۔ جب آپؒ نے پوچھا باوا جی آپ تو یہاں پھر رہے ہیں میں جنازہ کس کا پڑھاؤں گا۔ تو بابا جی کلیامؒ نے فرمایا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آل رسولؐ میرے گھر آئے اور میں اس کا استقبال نہ کروں۔ (بحوالہ: مہر منیر: ص ۴۰۳-۴۰۴، مطبوعہ ۱۹۷۳ء)

آپ اور آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامی کو لنگر کے لیے راولپنڈی اور انک کے اضلاع میں مختلف مقامات پر مریدین نے زمینیں بطور نذرانہ پیش کیں جن کی حیثیت وقف کی تھی ان زمینوں سے جو آمدنی آتی تھی وہ لنگر کے لیے استعمال ہوتی تھی مگر آپ کے وصال کے بعد ان زمینوں میں سے اکثریت کو ذاتی ملکیت میں لے لیا گیا اور کچھ بیچ بھی دی گئیں۔

آپ کی زندگی میں جن معروف مشائخ عظام نے آپ سے ملاقات کی اور ہم عصر کہلوائے ان میں پیر خواجہ غلام حیدر شاہ پور شریف، پیر خواجہ بخش الدین سیالویؒ، خواجہ اللہ

بخش تونسویؒ، پڑپوتے شاہ سلیمان تونسوی، پیر حافظ عبدالکریمؒ عید گاہ شریف، سخی معظم قلندر جھلیاری شریف، پیر سید مہر علی شاہ گلوڑویؒ، حضرت مولانا عبدالحکیمؒ پوتے حضرت کا کا سرکارؒ، حضرت مولانا سید فتح علیؒ شاہ پوتے سید مظہر علی شاہ جلال آبادیؒ اور حضرت مولانا فخر الدین چراغ دہلویؒ۔

آپ کے روحانی و قلبی فیوض نے پاک و ہند کے بے شمار افراد کو آسمان معرفت کا آفتاب و مہتاب بنایا اور اس خطہ کو وہ دشت کو ایسی روحانی فضیلت بخشی جو رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ آپ کے تمام خلفاء پابند صوم و صلوة تھے آپ کے مشہور معروف خلفاء پیر کالافیروز، سید امیر علی شاہ، سائیں محمد حسین، سنگھوری والے قاضی محسن دین، بھگا والے میاں محمد حسین، ماڑی والے، راجہ دوست محمد دیگر قاضی امام دین، پھلینہ، میاں برکت اللہ چہاری شریف، سائیں صدر الدین راولپنڈی، مولانا فضل الدین مغلوی سائیں، اللہ دتہ گوجر خان، سائیں محمد عمر ڈنا، قاسم علی مورت، الحاج مولانا عبدالستار چشتی صابری کلیائیؒ شامل ہیں۔ آپ کے خلفاء میں خلیفہ خاص حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی صابریؒ نے حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کے لخت جگر حضرت خواجہ ولایت حسین چشتی صابری کلیائیؒ کو اپنا خلیفہ ہونے کا شرف عطا کیا جن کا وصال ۱۸ اگست ۱۹۹۸ء کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک مورت تحصیل فتح جنگ میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلیفہ مجاز حضرت بابا فضل الدین کلیائیؒ
حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی صابری کلیائیؒ



امام العشاق والی کلیام حضرت خواجہ میاں فضل الدین کلیامی چشتی صابریؒ کے مرید خاص اور خلیفہ اول حضرت خواجہ مولوی عبدالستار کلیامی صابریؒ انکے منظورِ نظر جانشین و خلیفہ مجاز ٹھہرے جو حضرت والیء کلیام کے منصبِ فقر و ولایت و معرفت کے حقیقی وارث تھے حضرت بابا جی کلیامی کے وصال کے بعد آپ کے تمام خلفاء عقیدہ مند آپ کی اہلیت کے معترف تھے خطہ پوٹھوہار کے اکناف و اطراف میں حضرت خواجہ مولوی عبدالستار کلیامیؒ کی ولایت کا ڈنکا بج رہا تھا لوگ جوق در جوق آکر انکے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہو رہے تھے جناب حضرت خواجہ مولوی عبدالستار کلیامیؒ جہاں علوم معرفت و طریقت کا بحر بے کراں تھے وہاں ظاہری علوم پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے۔

آپ اپنے زمانے کی سب سے بڑی درسگاہ سے فارغ التحصیل تھے جہاں سے آپ نے علوم درسیہ، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول منطق کے علوم حاصل کیے۔ آپ کی ثقاہت علمی اس درجہ کی تھی کہ راولپنڈی کے مشہور مولوی غلام اللہ خان دیوبندی متشدد مزاج ہونے کے باوجود آپ کی فقر و درویشی کے قائل تھے۔ حصولِ علم کے بعد آپ باطنی علوم کی تلاش میں جب کلیام شریف پہنچے تو امام العشاق حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ سے ملاقات ہوئی دیکھتے ہی آپ کے دل کی دنیا بدل گئی اور آپ کی تلاشِ حق کے سفر کو وہ منزل مل گئی جس

کے لئے آپ کو چہ بہ کوچہ اور تریہ بہ تریہ سرگرداں تھے۔ آپ کے قلب و روح میں حضرت بابا جی فضل الدین کلیامیؒ کی محبت رچ بس گئی اور آپ نے انہیں اس طرح اپنا مرشد و ہادی تسلیم کیا کہ پھر ہجر و دوری اختیار کرنا آپ کے بس میں نہ رہا اور آپ نے درجائوں کو ہی اپنا مسکن بنالیا۔ آپ نے اپنا گھر بار، عزیز و اقارب حتیٰ کہ ہر چیز کو اپنے مرشد گرامی کے لئے قربان کر دیا اور ساری زندگی اپنے مرشد کے قدموں سے لپٹ کر گزاردی۔

آپ کی اپنے شیخ گرامی سے محبت کے انمٹ نقوش آج بھی کلیام شریف میں موجود ہیں جس کا ثبوت وہ مسجد ہے جو آپ نے اللہ کی یاد کے لئے تعمیر کی۔ آپ نے اس کا دروازہ اس طرح بنوایا کہ آتے اور جاتے آپ کی نظر سیدھی اپنے مرشد گرامی کی چوکھٹ پر پڑتی تھی اور آج بھی عشاق اس دروازے پر کھڑے ہو کر آپ کی اس انوکھی محبت کا مزہ محسوس کرتے ہیں آپ کی محبت کا یہ انداز راہ سلوک کے مسافروں کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ فنا فی الشیخ ہو کر ہی فنا فی اللہ کی منزل تک رسائی ممکن ہے۔

آپ کی شخصیت میں زہد و ورع، سادگی اور سخاوت، ہمدردی و شفقت، ذکر و عبادت کے علاوہ ظاہری و باطنی علوم جیسی اعلیٰ صفات موجود تھیں۔ اسی وجہ سے آپ امام العشاق حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کے منظور نظر بن گئے تھے۔ حضرت بابا جی کلیامیؒ کے وصال کے فوراً بعد آپ کے تمام چہین کی توجہ اور عقیدت کا مرکز آپ کی شخصیت تھی۔ لوگ آپ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مجاوروں نے آپ کے ساتھ لوگوں کے بڑھتے ہوئے رجاں کی وجہ سے ناروا رویہ اختیار کر لیا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ آپ نماز کے لئے اپنے حجرہ مبارکہ سے مسجد میں گئے تو آپ کے پیچھے حجرے کے دروازے کا تالا توڑ کر نیا تالہ لگا دیا گیا۔ جب آپ واپس آئے تو نیا تالہ دیکھ کر جلال میں آگئے۔ آپ نے مجاور کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ یہ تالا کھول دو۔ لوگوں کے سامنے اُس نے شرمندہ ہو کر تالا کھول دیا آپ نے اُسی مجاور کو حکم دیا کہ اس کمرے سے میرے وظائف کی کتابیں اور ضروری سامان باہر

نکال لاؤ اس نے جب آپ کا وہ مختصر سامان آپ کو دے دیا تو آپ نے فرمایا اب اس کمرے کو تالا لگا لو۔ آپ کا یہ عمل دنیا پرستوں کے لئے ایک تازیانہ تھا کہ فقیر دولتِ دنیا اور مال و زر کو اپنے پاؤں کی ٹھوک پر رکھتے ہیں وہ تو صرف اپنے مالک کی رضا اور خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی تاریخی مسجد اپنے شیخ کے قدموں کی سمت علیحدہ تعمیر کروائی اور اس کے بعد آپ کے عقیدتمندوں نے آپ کیلئے ایک عظیم الشان لنگر خانہ اور محفل خانہ اور حجرہ تعمیر کیا۔ پھر آپ نے زندگی بھر اُسی جگہ قیام کیا اور وہیں آپ کا مزار بھی تعمیر کیا گیا۔

چہ خوش رسے بنا کر دند بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی صابریؒ اپنے لنگر خانے میں بانیء سلسلہء کلیام اور اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیائیؒ اور حضرت بابا فضل الدین چشتی صابری کلیائیؒ کے اعراس کے مواقع پر ختم خواجگان کا علیحدہ اہتمام کیا کرتے تھے لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے اپنے مرشد کے ختم شریف سے علیحدگی کیوں اختیار کی تو آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جس ختم پاک میں میرے دادا مرشد بانیء سلسلہء کلیام خواجہ حافظ محمد شریف چشتی صابری کلیائیؒ کی اولاد شامل نہ ہو میں اُسے مقبول ختم شمار ہی نہیں کرتا۔

آپ کے مریدوں اور عقیدتمندوں میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم اقوام کے سر کردہ افراد بھی شامل تھے حضرت مولوی صاحبؒ کی شخصیت بالخصوص کلیام شریف کے بانیوں اور عقیدتمندوں کے لیے حضور والیء کلیامؐ اور حضور قبلہ حافظ صاحبؒ کے روحانی فیوضات کی تقسیم کنندہ کی تھی کلیام شریف کے لوگ انکی ذات سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے بلکہ اکثریت ان کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف تھی۔

حضرت خواجہ مولوی عبدالستار کلیامی صابریؒ اپنے دادا مرشد حضور قبلہ خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کی اولاد پاک کا خصوصی خیال رکھتے اور دل کی اتھاہ گہرائی سے انکا احترام ملحوظ خاطر رکھتے تھے حتیٰ کے ختمات و اعراس کے موقعوں پر اس حد تک خیال رکھتے کہ دیکھنے والا حیران ہو جاتا اور اسوقت تک ختم خواجگان نہ پڑھاتے جب تک آپ کی مجلس میں دادا مرشد کی اولاد پاک میں سے کوئی فرد موجود نہ ہوتا آپ حضرت خواجہ حافظ صاحب کے پوتوں، حضرت خواجہ میاں الف دین صاحبؒ اور حضرت میاں نور حسین صاحبؒ سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ بالخصوص حضرت خواجہ میاں ولایت حسین کلیامی صابریؒ کے ساتھ تو خصوصی الفت و محبت کا اظہار فرماتے تھے۔

اہلیانِ کلیام شریف کی طرح موہڑہ بھگوال درگا ہی کے بابا ملک سائیں عبدالرحمنؒ بھی مولوی عبدالستار کلیامیؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے حضرت خواجہ مولوی عبدالستار کلیامیؒ کا حضرت میاں ولایت حسین کلیامیؒ کے ساتھ شفقت و الفت کا ذکر ان الفاظ میں کیا حضرت ”مولوی عبدالستارؒ حضرت میاں ولایت حسین صاحب کے ساتھ عشق کی حد تک محبت کرتے تھے“ یہی وجہ تھی کہ آپ بچپن سے ہی حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی کلیامی صاحبؒ کی طرف مائل تھے آپ جب بھی حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی کلیامی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ آپ کو اپنے دادا مرشد کی اولاد سمجھ کر خصوصی توجہ فرماتے۔ جسے اہل مجلس بڑی حیرانی اور رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔

بانیء سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیم شریف
حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابریؒ
کا اپنی اولاد کے ساتھ
روحانی تعلق



مالکِ ارض و سماء نے انسان کیلئے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائیں ان نعمتوں میں سے اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت ہے۔ جس کی خاطر انسان سب کچھ کرتا ہے اگر اولاد تابع فرمان نیک متقی اور صالح ہو تو پھر انسان کی زندگی خوشیوں سے بھر جاتی ہے اور اگر وہ نافرمان بد کردار اور نالائق ہو تو انسان کی زندگی بہت بڑی آزمائش بن جاتی ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا گیا:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (الانفال: ۲۸)

ترجمہ: اور تم جان لو بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد ہی آزمائش ہیں اور بے شک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

ہر نیک اور صالح انسان چاہے وہ انبیاء میں سے ہو یا اولیاء میں سے اولاد صالح کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہا ہے تاکہ اس کا روحانی سلسلہ چلتا رہے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ

فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ (مریم: ۵-۶)

ترجمہ: پس مجھے اپنی (خاص) بارگاہ سے ایک وارث (فرزند) عطا فرما جو (آسمانی نعمت میں) میرا (بھی) وارث بنے اور یعقوب کی اولاد (کے سلسلہ نبوت) کا (بھی) وارث ہو۔

اللہ رب العزت نے آپ کی دعاء کو قبولیت سے نوازا اور فرمایا کہ ”اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔“ پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہر چیز قربان کر دی ہوتی ہے اور نیکی اور تقویٰ کی منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہوتے ہیں تو فرشتے ان کے لیے دعا گو ہوتے ہیں۔

مَرَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
(المومن: ۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور انہیں (ہمیشہ رہنے کیلئے) جنات عدن میں داخل فرما۔ جن کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے اور ان کی اولاد و ذریت سے جو نیک ہوں انہیں بھی ان کے ساتھ داخل فرما بے شک تو ہی غالب بڑی حکمت والا ہے۔

فرشتے نیک اور صالح لوگوں کے والدین، بیویوں اور اولاد کے لیے بھی دعائیں کرتے ہیں ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نیکوں کی اولاد کو ان کے والدین کا فیض ضرور ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے ان کی آل کے لیے مغفرت و درجات کی دعائیں کرواتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَمَا أَلَلْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ
مَرْهُونٌ (الطور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی (تو) ہم ان کی اولاد کو (بھی درجاتِ جنت میں) اُن کے ساتھ ملا دیں گے (خواہ اُن کے اپنے عمل اس درجہ کے نہ بھی ہوں یہ صرف اُن صالحِ آباء کے اکرام میں ہوگا) اور ہم اُن (صالحِ آباء) کے ثوابِ اعمال سے کوئی کمی نہیں کریں گے (علاوہ اسکے) ہر شخص اپنے ہی عمل (کی جزا و سزا) میں گرفتار ہوگا۔

یعنی نیکوں کا رول، متقیوں اور پرہیزگاروں کہ جنہوں نے تقویٰ و طہارت، محنت و ریاضت، اطاعت و بندگی اور رب کی خوشنودی اور رضا کے حصول میں کامیابی حاصل کر لی اور قرب و محبت کے بلند درجات حاصل کر لئے تو ان کی اولاد میں سے جو بھی ان کی راہ پر چلے گا اللہ کی رضا کا طالب بنے گا، تقویٰ و طہارت کے راستوں سے گزرے گا اور اطاعت و بندگی میں اپنی زندگی کو ڈھال لے گا تو اللہ تعالیٰ اس نیک، صالح اور متقی اولاد کو بھی ان مقامات و مراتب سے نوازے گا۔ جو ان کے والدین نے پائے ہوں گے۔

حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل ليرفع ذرية المؤمن معه في درجته في الجنة وان كان لم يبلغها بعلمه القريبهم عينه ثم قرء والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمانهم الايتة (تفسير قرطبي)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ اللہ عز و جل مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعے وہاں رہنے کا مستحق نہ ہو یہ اس لیے تاکہ انہیں اس مقام

پرفائز دیکھ کر اس بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر انے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اس آیت کی مجسم شکل حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحبؒ اور آپ کی اولاد میں سے چند شخصیات جن میں آپ کے دو فرزند حضرت خواجہ حافظ غلام مصطفیٰؒ اور حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰؒ ہیں ان کے علاوہ بھی کئی مردانِ خدا مست اپنے جدِ امجد کی طرح راہ طریقت پر چلے حضرت خواجہ فتح دینؒ، حضرت خواجہ الف دینؒ، حضرت خواجہ نور حسینؒ، حافظ محمد شریف صاحبؒ اور سائیں رزاقؒ، ریاض صاحب (اوج شریف میں جن کا مزار ہے)، خواجہ عبدالحکیم عرف سائیں نذر کلیامی اور حضرت خواجہ میاں ولایت حسینؒ علمی اور روحانی حوالے سے خاص طور پر مشہور تھے۔ یہاں ہم ان شخصیات میں سے بعض کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ الف دین کلیامیؒ:

حضرت صاحبزادہ خواجہ الف دین کلیامیؒ، بانی سلسلہ حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کے پوتے اور بڑے صاحبزادے خواجہ غلام مصطفیٰ صاحبؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کی عادات و اطوار میں فقر و رویشی، تقویٰ و طہارت اور زہد و ورع کا رنگ غالب تھا۔ آپ علمی و روحانی ہر دو سطح پر ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ عربی فارسی حکمت اور دیگر علوم میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں سادگی اخلاص اور تحمل و برداشت کی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ شریعت مطہرہ پر سختی سے کار بند تھے۔ آپ درس و تدریس فرماتے تھے اور یہ بات روایت کی جاتی ہے کہ آپ کے شاگردوں میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی شامل تھے۔ آپ کی ذاتی اشیاء دینی کتب جن میں فارسی اور عربی کے قلمی نسخے شامل ہیں کے علاوہ کچھ تبرکات بھی موجود ہیں آپ کے پاس وہ کتب بھی

تھیں جو حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کلیائیؒ کے زیر مطالعہ تھیں۔ اُن کتب پر بانیء سلسلہ چشتیہ کلیام حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کلیائیؒ کے ہاتھ سے حواشی درج ہیں۔ آپ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے وظائف، تعویذات اور شجرہ طریقت کے علاوہ مختلف قسم کی بیماریوں کے لئے نسخہ جات پر مشتمل ایک نادر ڈائری موجود ہے۔ جس کے ایک صفحے پر حضور غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب ایک وظیفہ درج ہے جس پر حضور غوث پاکؒ کی مہر مبارک کا نقش موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا حضور غوث پاکؒ سے گہرا روحانی رابطہ تھا۔ آپ کا مزار مبارک کلیام شریف میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کے قریب واقع ہے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم چشتی صابری المعروف سائیں نذر کلیائیؒ

حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم المعروف سائیں نذر کلیائیؒ کے والد گرامی حضرت خواجہ الف دینؒ ہیں جو بانیء سلسلہ کلیام خواجہ حافظ محمد شریف خان کلیائیؒ کے بڑے پوتے تھے۔ اس طرح حضرت سائیں نذر کلیائیؒ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے نسبی رشتہ کے حوالے سے پڑپوتے لگتے تھے آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ الف دین کلیائیؒ کی زیر نگرانی پرورش پائی تھی۔ جو بہت بڑے عالم دین اور درویش تھے۔ آپ نے اُن سے وہ تمام عادات و خصائل سیکھ لئے تھے جو ایک اللہ کے نیک اور صالح بندے میں موجود ہونے چاہئیں۔ آپ نے اُن سے ظاہری اور باطنی علوم سیکھے اور تدریس کو اپنا پیشہ بنایا۔ فارغ اوقات مخلوقِ خدا کی خدمت اور رہنمائی میں مصروف رہتے آپ کی زندگی کی تاریخی یادیں آج بھی اُن کے متعلقین و محبین کے دلوں میں تروتازہ ہیں۔

آپ ہمیشہ مسافروں اور مہمانوں کی خدمت کرتے آپ میں سخاوت کا جذبہ بہت زیادہ نمایاں تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کے سامنے اپنی کسی مشکل کا اظہار کرتا تو آپ ممکنہ

حد تک اُس کی مدد کرتے اگر آپ کی اپنی جیب اجازت نہ بھی دیتی پھر بھی اُس کو مایوس نہ لوثاتے۔ آپ گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کلیام اعوان کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات کے پاس ایک ہجرے میں تشریف رکھتے۔ آپ کے پاس ہمہ وقت لوگوں کا جوم رہتا تھا۔ دن کے وقت جو کھانا آپ کے لئے بھیجا جاتا وہ آپ لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور گھر والوں کو بتاتے کہ میں نے خود ہی کھایا ہے۔

دعائے نیم شب:

آپ کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ آپ تہجد کے وقت بیدار ہوتے اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر آہ و زاری کرتے اور پھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی مناجات کے یہ اشعار پڑھ کر خوب روتے

ز شر نفس امارہ نگاہم دار یا اللہ
 ہوا و حرص نفسانی زمن بردار یا اللہ
 خدا وندا تو می دانی کہ بد کردم بنادانی
 بدست مکر شیطانی مرا مسپار یا اللہ
 خدا وندا مسلمانم مسلمانی نمی دانم
 ولیکن چوں مسلمانم مسلمان دار یا اللہ
 خدا وندا گنہگارم گناہ بی عدد دارم
 رہائی دہ ازیں کارم بہ استغفار یا اللہ
 یقین خود را نمی دانم کہ گبرم یا مسلمانم
 نہ در اسلام شایانم نہ در کفار یا اللہ
 نہ دنیا دوست میدارم نہ عقبی را خریدم
 نہ دیگر آرزو دارم بجز دیدار یا اللہ

زسر تا پا گنہگارم حقیقت سخت بد کارم
 نظر بر فضل تو دارم توئی غفار یا اللہ
 منم درویش و مسکینم نہ در دنیا نہ در دینم
 بروں از خرقہ پشمینم درون زُنار یا اللہ
 خدا وندا تو مولائی ز قلم دور کن سیاہی
 بہ تاریکی و تنہائی درانم دار یا اللہ
 من کاکئی چوں بد کردم ہر آنچہ ناسزا کردم
 مکن چوں کاک رخ زردم در آں بازار یا اللہ

حضرت سائیں نذر کلیائیؒ اپنے جد امجد حضرت خواجہ حافظ شریف خان کلیائیؒ کے
 فقر و درویشی اور سادگی کے سچے امین بھی تھے آپ ہمیشہ کھدر کا پانچ گز کا لمبا سفید چغہ زیب
 تن فرماتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ ایک جیسا ہی لباس پہننا پسند فرمایا۔

حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیائیؒ

موجودہ دور میں جس شخصیت نے اپنے جد امجد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان
 صاحبؒ کی راہ فقر اختیار کی وہ حضرت صاحبزادہ میاں ولایت حسین صاحب چشتی صابریؒ کی
 ہے آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ یاد الہی میں بسر ہوا وہ مجاہدات و ریاضات جو حضرت باباجی
 کلیائیؒ اور خلیفہ مجاز مولوی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کیں مثلاً جون
 اور جولائی کی سخت دھوپ میں تپتے ہوئے پتھروں پر لیٹ کر اللہ رب العزت کو یاد کرنا۔
 اور ستو کو صرف بطور خوراک استعمال کرنا وغیرہ یہ سب اعمال آپ نے بھی اپنی زندگی کے
 تقریباً 47 سال تک جاری رکھے اور راہ سلوک کی منازل طے کیں۔ آپ نے نفس کشی کے
 لئے وہ ریاضت شاقہ اختیار کیں جو صرف اہل اللہ کا نصیب ہوتی ہیں۔

آپ نے اس آیت کریمہ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ“ کا عملی نمونہ پیش کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کے جدا امجد خواجہ حافظ صاحب کا کس طرح روحانی تعلق تھا۔ حضرت صاحبزادہ میاں ولایت حسینؒ کا معمول تھا کہ وہ صبح کی نماز سے قبل اٹھ کر حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان کے مزار پر حاضر ہوتے اور نوافل ادا کرتے تھے حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی خاطر اہل اللہ کی طرح کوئی مال و منال کے خزانے یا جائیداد وغیرہ نہیں چھوڑی تھی بلکہ فقر و مسکنت کی دولت لازوال کو ہی اپنی اولاد میں منتقل کیا تھا۔ اس لئے آپ کے حالات ان دنوں سخت تنگ تھے ایک دن آپ نے نوافل کی ادائیگی کے بعد انتہائی درد بھرے انداز میں رو کر جدا امجد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان سے اپنے حالات کی تنگی کا ذکر کیا۔ چند ہی دنوں میں آپ نے خواب میں حضرت قبلہ میاں ولایت صاحبؒ کو ارشاد فرمایا کہ میری قبر کے فلاں کونے کی اینٹ کے نیچے ہر روز اتنی رقم ”جو معلوم نہیں کتنی تھی“ پڑی ہوگی وہ لے لینا اور کسی کو اس کی خبر نہ کرنا آپ خود فرماتے ہیں کہ میں ہر روز جاتا نوافل ادا کرتا اور وہ رقم اٹھا لاتا۔ دیکھتے دیکھتے میرے حالات بدلنا شروع ہو گئے۔ ارد گرد کے رشتہ داروں نے پوچھنا شروع کر دیا کہ آپ پیسے کہاں سے لاتے ہیں آپ کا کوئی ذریعہ بھی نہیں کچھ لوگوں نے یہ تاثر قائم کر لیا کہ یہ ہر وقت ذکر و فقر و مجاہدات میں لگے رہتے ہیں ان کو کسی طرح سے کیمیا گری ”سونا بنانے“ کا طریقہ مل گیا ہے جس کی وجہ سے ان کی گزراوقات اچھی ہوتی ہے۔ بہر حال لوگ طرح طرح کے تبصرے کرنے لگے۔ ایک دن کچھ لوگوں نے مجبور کرنا شروع کیا کہ بتاؤ یہ کیا راز ہے۔ بہت حیلے اور بہانوں سے ان کو ٹالنے کی کوشش کی مگر انھوں نے اپنی ضد نہ چھوڑی جس پر مجبور ہو کر بتانا پڑا کہ میں نے ایک دن بڑے درد و سوز سے جدا امجد حضور قبلہ حافظ شریف خان صاحبؒ کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر عرض کی تو جواب میں آپ نے اللہ کے

فضل سے یہ عطا فرمایا اور آج تک وہ سلسلہ جاری ہے یہ بتانے کے بعد بات آئی گئی ہوگئی اور دن گزرنا شروع ہو گئے اور کچھ ہی دنوں کے بعد وہ رقم ملنا بند ہوگئی آپ کے دل میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہوئے مگر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ راز افشا کرنے کی سزا ہے۔ پھر وہی فاقہ کشی اور تنگ حالات لوٹ آئے اور وقت نے پھر مشکلات و مصائب کے سامنے لا کھڑا کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ہر روز نماز فجر سے پہلے دربار پر حاضری دینے کا معمول نہ چھوڑا ایک دن حاضری دینے کے لئے دربار گیا تو خواجہ حافظ شریف خان صاحبؒ کے پوتا مرید اور خادم جن کا نام کبیہؒ تھا سامنے آئے اور حالت زار پر توجہ کرنے کے بعد کہنے لگے کہ صاحبزادہ صاحب کیوں پریشان ہوتے ہو کون سا کسی غیر سے کہنا پڑتا ہے آپ کا اپنا دادا ہے پھر عرض کرو جس نے پہلے بارگاہ خداوند کریم سے دلوائے تھے وہ اب بھی دلوا دے گا۔ فرماتے ہیں سائیں کبیہؒ نہایت ہی اچھا اور خدا ترس انسان تھا۔ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا اور دربار پر دن رات گزارتا اس کی یہ بات سن کر دل کو حوصلہ ہوا اور پھر عرض کی تو جواب یہ ملا کہ رقم تمہیں کچھ عرصہ تک ملتی رہے گی اور پھر اس میں کمی نہیں آئے گی۔ فرماتے ہیں اسی طرح ہوا اور کچھ عرصہ رقم ملنے کے بعد بند ہوگئی اور آج تک پھر کمی نہیں ہوئی۔

آپ ہر روز دربار پر حاضری کے لئے فجر سے پہلے جایا کرتے تھے ایک دن مجاور نے دربار کے دروازے پر تالا لگا دیا آپ نے دروازے کو تالا لگا دیکھا تو کہا کہ یہ تالا کھول دو تاکہ میں حاضری دے سکوں اس نے کھولنے سے انکار کر دیا۔ آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ میرے دادا کے دربار پر مجھے حاضری دینے سے روکنے والا یہ کون ہے۔ میں دروازہ ضرور کھولوں گا۔ فرماتے ہیں میں گھر واپس آیا اپنے رشتہ داروں میں سے اپنے چچا زاد بھائیوں جناب حضرت غلام جیلانی صاحب، عبدالکریم صاحب اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت میاں محمد یوسف صاحب کو ساتھ لیا اور دروازہ کھولنے کے لئے کھاڑی ہاکی

اور ڈنڈے وغیرہ لے کر دربار میں پہنچ گئے اس دوران مجاوروں نے کافی تعداد میں لوگوں کو جمع کر لیا اور ایک بڑی تعداد دربار میں اکٹھی ہو گئی۔ فرماتے ہیں جب ہم وہاں پہنچے تو تالا دیکھ کر کلبھاڑا مارا اور تالا توڑ دیا تالا توڑتے وقت کچھ لوگوں نے ہم پر حملہ کر دیا ایک شخص نے آپ کو سوٹی کی نکر ماری جس سے آپ حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کی قبر انور پر جا گرے۔ فرماتے ہیں قبر پر گرتے ہی ایک آواز آئی ”اساں تیرا کہڑا نقصان کیتا جا بد بختا ٹہائی کڑیاں جی کن“ ہم نے تیرا کیا نقصان کیا تھا اے بد بخت جا اور ڈھائی گھڑیاں زندہ رہ لے۔ اور ساتھ ہی قبر سے ایک بوتل کے کاک کے نکلنے کی آواز آئی جو اس شخص کو لگا۔

اس دوران پولیس کو اطلاع مل چکی تھی کہ یہاں کوئی واقعہ پیش آنے والا ہے وہ پہنچ گئی آپ کے ساتھیوں نے کلبھاڑا اور باقی ہتھیار قبر کے غلاف اٹھا کر نیچے چھپا دیے لوگوں نے گواہی دی کہ یہ ہتھیاروں کے ساتھ حملہ کرنے آئے تھے اور ان کے پاس فلاں فلاں چیز تھی جب دربار کی تلاشی لی گئی تو کچھ بھی نہ ملا غلافوں کو اٹھا کر بار بار دیکھا گیا مگر کسی کو وہ ہتھیار نظر نہ آئے جس پر ہر شخص حیران تھا کہ دربار کے اندر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں یہ چیزیں چھپائی جاسکیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے چونکہ چوٹ زیادہ لگی تھی اس لئے جلد ہی ہسپتال پہنچا دیا گیا اور جب مجھے ہوش آیا تو پولیس مجھ سے بیان لینے کے لئے آئی مگر میں نے بیان دینے سے انکار کر دیا مجھے بار بار سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ اس طرح ہمارا کیس کمزور ہو جائے گا مگر آپ نے جواب دیا کہ میرا فیصلہ عدالت میں ہو چکا ہے اس پر سب پریشان ہو گئے کہ ابھی مقدمہ ہی نہیں چلا تو فیصلہ کس طرح عدالت نے دے دیا آپ فرماتے ہیں کہ میں ابھی ہسپتال میں ہی داخل تھا کہ اس شخص کے گھر والے اس کو لے کر آپ کے پاس آ گئے اور معافی مانگنی شروع کر دی کہ خدا کے لئے اس کو معاف کر دیں اور اس وقت اس کی حالت غیر ہو چکی تھی مگر آپ نے جواب فرمایا کہ مجھ سے کیوں معافی مانگتے ہو نہ میں نے اس کو سزا دی

اور نہ ہی میں معاف کر سکتا ہوں جس نے اس کو سزا دی ہے اس سے جا کر معافی مانگو۔ لیکن اب معافی کا وقت گزر چکا تھا کیونکہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ إِنْ اللَّهُ قَالَ :

مَنْ عَادَى لِي وَلِيَا فَقَدْ أَذَنْتَهُ بِالْحَرْبِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے

کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

اخرجه البخاری فی الصحيح ، کتاب : ارقاق ، باب التواضع ، ۵/۲۳۸۳ ، الرقم

۶۱۳۷ وابن حبان فی الصحيح ، ۲/۵۸ ، الرقم : ۳۴۷ ، والبیہقی فی السنن الکبری ،

۱۰/۲۱۹ ، وفی کتاب الزهد الکبیر ، ۲/۲۶۹ ، الرقم : ۶۹۶

اور وہ اسی بیماری میں چند دنوں کے بعد مر گیا۔ اس واقعہ پر چشم دید گواہ ابھی تک زندہ

ہیں اور باقی لوگوں تک یہ واقعہ سینہ بہ سینہ منتقل ہو چکا ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ ہتھیار واپس

لائے گئے جو ابھی تک غلاف کے نیچے موجود تھے جن کو پولیس اور باقی افراد بار بار غلاف

اٹھانے اور پوری طرح چھان پھٹک کے باوجود نہ دیکھ سکے تھے۔

(جب فیضانِ کلیام پہلی مرتبہ لکھی جا رہی تھی اس وقت تک راقم الحروف ان لوگوں سے

مل چکا تھا اور وہ لوگ زندہ تھے مگر اب ان میں سے کم و بیش سب لوگ فوت ہو چکے

ہیں۔)

حضرت خواجہ ولایت حسینؒ پر نہ صرف اپنے آباؤ اجداد کی خصوصی شفقت و نظر تھی بلکہ

تمام خواجگانِ چشت آپؒ پر خصوصی مہربان تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ اس بات کی دلیل

ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے دربار پر حاضری و ملاقات

آپؒ کی زندگی میں بے شمار محیر العقول واقعات رونما ہوئے جن میں ایک واقعہ جس

میں راقم الحروف بھی ساتھ تھایہ پیش آیا آپ کی زندگی کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ کلیام شریف میں حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ یا بابا فضل الدینؒ کے عرس کے بعد پاکپتن شریف حاضری دینے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حاضری دینے پاکپتن شریف گئے آپ کے ساتھ چند مریدین جن میں بابا فیض بخشؒ، ڈاکٹر عبدالرزاق لادیاں کھینگر اور عنصر مغل بھی شامل تھے۔ آپ جب پاکپتن شریف باباجی گنج شکرؒ کے دربار پر حاضر ہوئے تو دوران حاضری آپ نے تلاوت قرآن مجید کے بعد شجرہ چشتیہ صابریہ پڑھنا شروع کیا جب آپ ایک خاص بزرگ کے نام پر پہنچے تو باباجی کی قبر سے چہرہ مبارک سامنے آنا شروع ہوا آپ شجرہ شریف پڑھتے گئے اور چہرہ زیادہ واضح اور صاف ہوتا گیا یہاں تک کہ سینے تک سامنے آنے کے بعد غائب ہو گیا اس وقت دربار کے اندر ایک خاص کیفیت بنی جس کو ہر شخص نے محسوس کیا مگر اس دیدار کا تذکرہ آپ نے کسی شخص سے نہ کیا جب حاضری دینے کے بعد لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو ایک پولیس کی وردی پہنے آدمی سامنے آیا اور سلام کرنے کے بعد فوراً ہی آپ سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا سنائیں باباجی گنج شکرؒ اور داتا صاحبؒ سے ملاقات ہوگئی؟ تو آپ نے نہ اس سے پوچھا کہ تو کون ہے کیوں پوچھتا ہے تجھے کیا کام ہماری ملاقات ہوئی ہے یا نہیں آپ نے فوراً جواب دیا کہ باباجی گنج شکرؒ سے ملاقات تو ہوگئی مگر داتا صاحبؒ سے نہیں ہوئی اس پر اس نے کہا چلو یہ بھی بڑی بات ہے لاکھوں میں کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے اس کے بعد آپ کی خدمت میں کچھ پیش کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے کہا کہ نہیں اس کی ضرورت نہیں شکریہ بس، آپ مجھے صرف یہ معلوم کروادیں کہ راولپنڈی جانے والی گاڑی کب آئے گی اس شخص نے راولپنڈی جانے والی ٹرین کا پتا کروا کر اجازت لی اور غائب ہو گیا جب وہ شخص چلا گیا تو ہر کوئی حیران تھا کہ یہ کون شخص تھا اور کس طرح اس کو ان تمام باتوں کی خبر ہوگئی۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل اللہ جب تقرب و رضا الہی سے فیض یاب ہو جاتے ہیں تو پھر

فاصلے، فاصلے نہیں رہتے دوریاں، دوریاں نہیں رہتیں وہ فنا فی اللہ کی لذتوں سے آشنا ہو کر اس ساری دنیا اور اسکی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیرا کا ارشاد مبارک ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنْ اللَّهُ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیرا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ مسلسل نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان (کی سماعت) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ (کا نور) بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ (کی گرفت)

بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں (کی توانائی)
 بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو
 میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں
 ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے میں اس میں
 کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندہ مومن کی جان لینے میں ہوتا
 ہوں (ایسے کہ) اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند
 نہیں۔

اخرجه البخاری فی الصحيح کتاب : الرقاق باب : التواضع ، ۵/۲۳۸۳ ، الرقم
 ۶۱۳۷ ، وابن حبان فی الصحيح ۲/۵۸ ، الرقم : ۳۳۷ ، والبیہقی فی السنن الکبری
 ۱۰/۲۱۹ ، باب (۶۰) وفی کتاب الذهد الکبیر ، ۲/۲۶۹ ، الرقم : ۲۹۶۲

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کا سلسلہ طریقت باباجی کلیائیؒ سے آگے بڑھا آپ
 نے اپنے خلفاء کے ذریعے اس فیض کو عام کیا۔ باباجی کلیائیؒ کے خلفاء میں سے ایک مشہور
 خلیفہ اور منظور نظر ہستی حضرت خواجہ مولوی عبدالستار چشتی صابریؒ ہیں۔ جنہوں نے آگے
 اپنی خلافت کے لئے حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کی اولاد میں سے حضرت صاحبزادہ
 میاں ولایت حسین صاحبؒ کو چنا، حضرت قبلہ عبدالستارؒ کے پاس جب حضرت صاحبزادہ
 میاں ولایت حسین صاحبؒ بیعت کے لئے گئے تو مولوی صاحبؒ کے ساتھ آپ کا مکالمہ
 بہت ہی دلچسپ حیثیت رکھتا ہے حضرت صاحبزادہ میاں ولایت حسینؒ نے جب مولوی
 صاحب کو عرض کیا کہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو مولوی صاحب کے الفاظ آپ کے
 اس تعلق کو واضح کرتے ہیں جو آپ کا حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحبؒ کی اولاد
 سے تھا آپؒ نے فرمایا ”مریدان دامرید ہونو ان کوئی عقل مندی امے؟“ اس وقت
 حضرت صاحبزادہ ولایت حسینؒ نے عرض کی کہ بیعت اس لئے کرتا ہوں کہ وہ
 (روحانی) خزانہ جو ہمارے باپ دادا کا آپ کے پاس ہے اس میں سے حصہ کروں۔ اس

وقت مولوی صاحب نے کہا کہ اس بات میں تو کوئی شک نہیں آؤ میں تمہیں بیعت کرتا ہوں۔ محفل میں موجود ایک شخص جو کلیام کا ہی رہنے والا تھا کہنے لگا یہ نابالغ ہے آپ اس کو خلافت کا اہل کیوں سمجھتے ہیں تو اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ خلافت ’مہینڈے پیوٹی اے نہ مینڈے پیوٹی اے‘ ایہ اسنے آپڑیں پیو دادے نی اے‘ اس پر وہ شخص خاموش ہو گیا تو آپ نے حضرت مولوی عبدالستار چشتی صابریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت مولوی صاحبؒ کی بیعت کرنے اور خلافت کی ذمہ داریاں لینے کے بعد آپ کھیری مورت تشریف لے گئے اور تقریباً سترالیس سال تک اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چل کر نفس کشی اور عبادات و ریاضاتِ الہیہ میں زندگی اس طرح گزاری کہ رات ذکر الہی میں بسر ہوتی اور دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فیض رسانی میں گزرتا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے آپ کا وصال اگست 1998ء میں ہوا۔ آپ کے وصال کے دن ہزاروں افراد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور آپ کے بعد آپ کی خلافت آپ کے بڑے صاحبزادے، صاحبزادہ محمد عارف صاحب کے پاس ہے جنہوں نے اپنے والد گرامی کا طرز زندگی اپنا کر خدمتِ خلق اور سادگی کے ساتھ سلسلہء عالیہ کو مزید آگے بڑھایا ہے آپ کا معمول تھا کہ آپ عرس کے دنوں میں کھیری مورت سے کلیام شریف تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کے مریدین بھی ان دنوں آپ کے ساتھ کلیام شریف حاضری کے لئے آتے تھے۔ اور آپ کے طریقے کے مطابق اب آپ کے صاحبزادے جو آپ کے خلیفہ اور صابری آستانہ کے سجادہ نشین بھی ہیں اسی طرح کھیری مورت سے کلیام شریف آتے ہیں۔

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کی اولاد میں وہ مقدس ہستیاں جو آپ کی صحیح خلف ثابت ہوئیں اس بات کی مکمل شہادت ہیں کہ حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ کا سلسلہ فیض نہ صرف آپ کے مریدین میں جاری و ساری ہے بلکہ وہ فیض آپ کے خاندان کے مردانِ عزم و ہمت اور پیکر ان عشق و وفا کے ذریعے بھی قائم و دائم ہے۔ اور حسب وعدہ ءالہی تا

قیام قیامت جاری رہے گا۔ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات میں ارشاد فرمایا گیا کہ جناب حضرت خضر علیہ السلام نے گری ہوئی دیوار اس لئے درست کی کیونکہ وہ اللہ کے ولی کی اولاد کی ملکیت تھی اور وہ بچے ابھی نابالغ تھے۔ قرآن فرماتا ہے:

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ
كَنْزُهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا
أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ
عَن أَمْرِي ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (الکہف: 82)

اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے ایک خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا، سو آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے وہ اپنا خزانہ (خود ہی) نکالیں، اور میں نے (جو کچھ بھی کیا) وہ از خود نہیں کیا، یہ ان (واقعات) کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے

جب رب کائنات اپنے سابقہ انبیاء کرام جو بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے اُن کے ماننے والے افراد میں سے صالحین اور ان کی اولاد پر اس قدر مہربان ہے تو وہ اپنے محبوب جو افضل الانبیاء والرسل ہیں اُن کی آل پاک اور پھر آپ کی اُمت کے اولیاء اور اُن کی صالح اولاد و ذریت پر کتنا مہربان ہوگا۔

سدا بہا ر روے اس بانغے کدی خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاراں تائیں ہر بکھا پھل کھاوے

حضرت صاحبزادہ میاں محمد عارف چشتی صابری

بانیء سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف، حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ کے خاندانے میں ہر دور میں آپ کے فقر و درویشی کے حقیقی وارث موجود رہے ہیں۔ دور حاضر میں آپ کی جانشینی اور منصب فقر کی ذمہ داریاں آپ کے پڑپوتے حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ میاں محمد عارف چشتی صابری کلیامیؒ کر رہے ہیں۔ مورت شریف کی سنگلاخ چٹانوں کے درمیان یہ مرد درویش مردہ دلوں میں اللہ رب العزت کی یاد کا دیپ روشن کرنے میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں۔ پہاڑوں کے بیچ آباد، پتھر دلوں کو اپنے رب کریم اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی محبت سے آشنا کرنا کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔ آپ انتہائی خوش خلق شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کلیام کی درخشاں روایات کو اس جنگل میں نہ صرف برقرار رکھا ہوا ہے بلکہ یہاں کے لوگوں کو باہم شیر و شکر کر کے امن و سکون اور پیار و محبت کا دل کش ماحول پیدا کر رکھا ہے۔ حصولِ رزق حلال میں آپ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے طرزِ عمل کے سچے وارث ہیں۔ عجز و انکساری اور جذب و مستی میں شہبازِ لامکاں کا عکس جمال دکھائی دیتے ہیں۔ علم و حکمت اور زہد و عبادت میں اپنے دادا مرشد خواجہ مولوی عبدالستار کلیامی کی حقیقی سجادگی کے امین اور خلقِ خدا کی بھلائی اور عیالِ اللہ کی منفعت اور دنیاوی آسائش و تن آسانی سے یکسر بے رغبتی میں اپنے مرشد گرامی اور والد محترم حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ کی مسند ولایت کے وارث اور جانشین ہیں۔

آپ کے ہاں نماز فجر کے بعد صبح ہوتے ہی حاجت مند اپنی اپنی حاجتیں لے کر آنا شروع ہو جاتے ہیں کوئی دوا کا طلبگار ہوتا ہے تو کوئی دعاء کا، کسی کو دم کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی اپنے دکھ سکھ آپ سے بانٹ کر اپنے من کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ دن بھر یہ سلسلہ چلتا

رہتا ہے اور رات ذکر الہی میں بسر ہوتی ہے۔ کھیری مورت میں آپ اپنے والد گرامی کے مزار مبارک صابری آستانہ میں تعلیم و تربیت کی درسگاہوں کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں جن میں نور الہدیٰ کالج آف شریعہ، صابری پبلک سکول اور مدرسہ صابریہ ستاریہ تحفیظ القرآن شامل ہیں۔ ان درسگاہوں سے سینکڑوں طلباء تعلیم کے زیور سے آراستہ اور قرآن کریم کے نور سے منور ہو کر عملی زندگی میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنی عمر کے 74 سال گزرنے کے باوجود ہمہ وقت مخلوق خدا کی خدمت کے جذبے سے سرشار جس طرح مصروف عمل رہتے ہیں اسے دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ فی الحقیقت رب کائنات جس کو اپنی مخلوق کے لئے نفع بخش اور فیض رساں بنا دیتا ہے تو پھر کوئی کمزوری اور عمر رسیدگی بھی اُس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ جیسے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَمَا كُنْ فِي الْمَرْضِ كَذَلِكَ يَصْرَفُ اللَّهُ
الْأَمْثَالَ (البقرہ: 17)

اور البتہ جو کچھ لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے، اللہ اس طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔

شجرہ نسب بانیء سلسلہ چشتیہ صابریہ کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامیؒ

حضرت خواجہ محمد شریف خان صاحب چشتی عالی شان تے عالی دربار بھائی
زندہ قبر کلیام شریف اندر نام نامی ہے ملک پٹھوہار بھائی
فضل شاہ نوں فیض عطاء کر کے کیتے کل ولایت سردار بھائی
آئے دلی شریف تھیں حکم لے کے شجرہ نسب دا کراں اظہار بھائی
قوم مغل چوغطہ تے رہن دلی، بادشاہ کیتے کردگار بھائی
ہندوستان دے خان نوائی کیتے مانن تخت وچ دل دربار بھائی
نسل نیک تے اصل نصیب چنگے، رعیت خوش بے عدل دے کار بھائی
بادشاہ امیر تیمور پہلا، خاندان اصیل تاتار بھائی
مغل بادشاہ گوت چوغطیاں دی کیتے رب نے ملک سردار بھائی
چند بادشاہیاں دلی وچ آئیاں اسے قوم نوں شرف سردار بھائی
بیٹا محمد سلطان دا ابو سعید مرزا، دین دنیا اندر خبردار بھائی
شاہ ابو سعید دا پتر ہويا عمر شیخ مرزا جو سرکار بھائی
بابر بادشاہ بیٹا شاہ عمر دا سی تخت مانزیا کر کے بہار بھائی
بیٹا بابر دا شاہ ہمایوں ہے سی، کیتی دین پر جان نثار بھائی
اکبر بادشاہ پسر ہمایوں ہے سی جو سلطان سی ہفت دیار بھائی
شاہ اکبر دا شاہ جہانگیر ہويا، جو شاہ درے ہے روضہ مزار بھائی
جہانگیر دا بیٹا شاہ جہان ہويا خادم پاک لطیف شمار بھائی
شاہ جہان دا اورنگزیب ہويا دتا رب نے زیب دربار بھائی
شاہ رنگزیب دا بہادر شاہ بیٹا، عارف زاہد ہونہار بھائی
بہادر شاہ داشہزادہ رحیم بیگ ہے سی کرے رحیم دے کار ہزار بھائی
رحیم بیگ دامرزا روح اللہ ہے سی حافظ صاحب دے والد سرکار بھائی

مرزا صاحب روح اللہ دا پاک بیٹا مرزا محمد شریف رسالدار بھائی
 ہو کے قطب ولایت جلال آبادوں آئے وچ ولایت پوٹھوہار بھائی
 حافظ صاحب دے دو فرزند ہوئے ، ارجمند تے دولتمندار بھائی
 وڈے صاحب غلام مصطفیٰ ہوئے ، اگوں انہاں دے پترن چار بھائی
 الف دین وڈے ، وڈے علم والے ، تقوے دار ، وڈے دیندار بھائی
 نام میاں امام دین دو جے ، عجز انہاں وچ بے شمار بھائی
 تیجے میاں کریم بخش ہے نام انہاں ، کیتی مرض وچ عمر گزار بھائی
 چوتھے اسم میاں محمد مہر ، صاحب یمن تے وڈے ہوشیار بھائی
 میاں امام دین صاحب فوت ہو گئے وڈے نیک پیارے کردگار بھائی
 ککڑے صاحب غلام مرتضیٰ آئے ، صابر شا کرتے عاشق غفار بھائی
 انہاں ترے سرفرزند اقبال والے ، خاص ہوئے منظور دربار بھائی
 دادا صاحب دی رہن نگاہ اندر ، حصے اپنے پر کرن پیار بھائی
 صاحبزادہ میاں نور حسین صاحب ، وڈے پتر حضور انوار بھائی
 عالم علم اندر ، فاضل فقر اندر ، طبع عاجزی ایڈ بکار بھائی
 دو جے صاحبزادے کرم دین صاحب ، اے بھی فوت ہوئے باقرار بھائی
 تیجے صاحبزادے فتح دین صاحب ، حکمت کار دے وچ سردار بھائی
 فانی چھوڑ کے گئے بقا اندر ، بخشے آپ او پروردگار بھائی
 خوش خو طبیعت حلیم رکھن ، اجے روندے پئے سگی یار بھائی
 نہ کوئی جمیا تے نہ کوئی جسمی جی ، دنیا والڑے ایس بازار بھائی
 خاندان اصیل ، اولاد صابر ، مولیٰ شاد رکھے لیل نہار بھائی
 اج کل وچ کلیام آباد رہندے ، حافظ صاحب دے پھل اتار بھائی
 رہندے مشفق شفیق ہر دم ، عاجزاں دے نال دکھیاں دے پاون پیار بھائی
 مولیٰ بخش خطایاں تھیں منگ معافی ، عقل علم دا نہیں چکار بھائی
 اک روز جو یاد خدا اندر ، ککڑ دیوندا بانگ سنوار بھائی
 حضرت وحدت دے وچ مشغول آئے اُس آواز تھیں ہو کے بیزار بھائی

اس تھیں بعد نیں دیو نی باگ استلے ، مرغے بیٹھے مکان وچکار بھائی
 ساری عمر او مرغانہ بولیا سی ، منع کیتا جاں سوہنڑے سرکار بھائی
 اے گل مشہور کلیام اندر ، سارے جاندے مرد تے نار بھائی

مولف نے انتہائی محبت اور عقیدت سے بانی سلسلہ جناب حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری کلیامی کا شجرہ نسب اُس دور میں لکھا جب کہ لکھنے اور کتابیں چھاپنے کے وسائل انتہائی محدود تھے، اُن کی یہ کاوش قابل ستائش ہے مگر سہو ایک جگہ پر غلطی رہ گئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے: خواجہ حافظ شریف خان کلیامی کے بڑے صاحبزادے غلام مصطفیٰ صاحب تھے جن کے پانچ فرزند تھے جبکہ مؤلف نے چار کا ذکر کیا ”وڈے صاحب غلام مصطفیٰ ہوئے، اگول انہاں دے پترن چار بھائی“ اور پھر اُن کی تفصیل دیتے ہوئے پانچ نام ذکر کیے اور دو جگہ ایک ہی نام لکھا ”میاں امام دین صاحب فوت ہو گئے وڈے نیک پیارے کردگار بھائی“ جبکہ پانچواں نام میاں امام دین کی بجائے ”میاں فضل دین“ تھا جو خواجہ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب کے پانچویں بیٹے تھے۔

یہ شجرہ نسب کلیام شریف کی درگاہ سے پوٹھوہاری زبان میں چھپنے والی پہلی مشہور و معروف کتاب گلزارِ فضل (مؤلف راجہ مولیٰ بخش) سے لیا گیا۔

سلطان الاصفیاء

حضرت بری شاہ لطیف — رحمة اللہ علیہ

نور پور شاہاں اسلام آباد



پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی سرسبز و شاداب پہاڑی کے دامن میں خوبصورت درختوں، ابلتے چشموں اور شفاف بہتے پانی کے حسین نالوں کے درمیان سو گھروں پر مشتمل ایک آبادی ہے۔ جسے نور پور شاہاں کہا جاتا ہے۔ نور پور کا پہلا نام چور پور تھا لیکن اللہ کے ولی کے قدم مہمنت لزوم کی برکات سے چور پور نور پور ہو گیا۔ یہ بزرگ ہستی سلطان الاصفیاء امام برہی کی ہے۔

آپ کا شمار ان صلحاء میں سے ہے جن کے بارے میں یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ کے یہ برگزیدہ بندے نہ ہوتے تو برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا نام لیوا کوئی نہ ہوتا۔ دنیا کے اس کفرستان اور کروڑوں کی آبادی کے اس ظلمت کدے میں جن بزرگان دین نے لاتعداد قربانیاں دے کر شمع اسلام کو روشن کیا ہے ان کے دوش بدوش پیکر اخلاص و محبت بری امام کا نام بھی تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ علمائے ربانی نے وعظ و تبلیغ اور صوفیائے کرام نے اخلاق عالیہ اور فقر و درویشی سے لوگوں کے دل موہ لئے، اخلاص و محبت اور بے غرض زندگی میں ایک خاص کشش ہوتی ہے جو ہر کسی کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر علماء حقہ نے لاکھوں انسانوں کو دین اسلام کی دعوت دی تو لاریب صوفیاء نے لاکھوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا ہے۔

جس نے کسی فقیر کے ہاتھوں پر بیعت کی اور اسلام سے روشناس ہوا اس کا دامن دونوں جہانوں میں نعمتوں سے بھر جاتا ہے اسے روحانی عظمتیں ملتی ہیں اور ہر مراد پوری ہوتی ہے اس نے خدا کے دین کو آنکھوں سے دیکھا اور دل سے سمجھا ہوتا ہے۔ حضرت بری امامؒ کی حیات طیبہ بھی اسی قسم کے کارناموں اور کرامات سے لبریز ہے۔

حضرت بری امامؒ سن 1026ھ میں موضع جولیاں کرسال ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام سید عبداللطیف شاہؒ ہے۔ حضرت جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر نے آپ کو امام بری کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے والد ماجد کا نام گرامی حضرت سخی محمود تھا۔ انہوں نے اپنے آبائی گاؤں سے نقل مکانی کر کے موضع باغ کلاں میں ڈیرے ڈال دیئے ابتدائی عمر سے ہی آپ میں روحانیت اور پاکبازی کی علامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ آپ جب ذرا سیانے ہوئے تو اپنے مولیٰ چرانے کے لئے دور نکل جاتے۔ مولیٰ تو چرانے میں مشغول ہو جاتے اور بری امام علیحدہ بیٹھ کر اپنے مولیٰ سے لولگا لیتے مولیٰ اپنا پیٹ بھر کر آپ کے قرب وجوار میں ہی رہتے اور جب شام کو واپس ہونے کا وقت ہوتا تو آپ انہیں اکٹھا کر کے گھر لے آتے۔ مولیٰ باندھ کر آپ اپنے والد محترم کے پاس آ جاتے اور تعلیم حاصل کرتے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد نے کی۔

آپ کو گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیلنے نہیں دیکھا گیا آپ کا زہد اور مذہب سے لگاؤ پورے گاؤں میں مشہور تھا۔ آپ نے نہ تو کسی کو گالی دی اور نہ کبھی جھوٹ بولا۔ آپ ابتدائی عمر سے خدا رسیدہ اور عاشق الہی تھے آپ سے کرامات کا ظہور بچپن سے ہی شروع ہو گیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ دور دراز سے آپ کی زیارت کو آنے لگے۔

آپ کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ کاظمؑ سے ہوتا ہوا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے اور شجرہ طریقت کے لحاظ سے آپ چودہ واسطوں کے بعد حضرت غوث پاک سے متعلق ہیں آپ کے مرشد حضرت شاہ امیر بالا پیر بن حضرت محکم الدین شاہ

محمد مقیم المعروف حجرہ شاہ مقیم۔ حضرت غوث الاعظم پیران پیر کے پوتے کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت بری امام کی عمر جیسے جیسے بڑھتی گئی تعلق باللہ میں اضافہ ہوتا گیا باغ کلاں کے دوران قیام ایک بار ایسا ہوا کہ آپ نے حسب دستور مویشیوں کو جنگل میں چھوڑا اور خود عبادت میں مصروف ہو گئے خدا کا کرنا یہ ہوا کہ تمام مویشی قریب کے ایک کھیت میں جا گھسے اور تمام فصل روند ڈالی لیکن آپ دنیاوی جھنجھٹوں سے بے نیاز عبادت میں مشغول رہے۔ کھیت کے مالک نے جب اپنی فصل کوتاہ برباد ہوتے دیکھا تو دوڑتا ہوا آپ کے والد کے پاس آیا اور اپنی بربادی کی داستان بیان کی۔ آپ کے والد فوراً اس کے ہمراہ اس جگہ آئے جہاں بری امام اپنے رب سے لو لگائے بیٹھے تھے والد نے آپ کو ڈانٹا تو بری امام چونک کر بولے میں تو باغ جناں کی سیر کر رہا تھا آپ نے مجھے کیوں اٹھایا۔ والد محترم گویا ہوئے تم باغ جناں کی سیر کر رہے ہو لیکن تمہارے مویشیوں نے اس شخص کے کھیت کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ابا حضور۔۔۔۔۔ آپ خود جا کر دیکھیں۔۔۔۔۔ سید محمود شاہ جب زمیں کو دیکھنے گئے تو یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے کہ فصل جوں کی توں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے گھر میں حضرت بری امام سے ایسی ایسی کرامات کا ظہور شروع ہوا جنہوں نے آپ کی شہرت کو فروغ دیا اور لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کی زیارت کے لئے جمع ہونا شروع ہو گیا جو آپ کے انہماک اور توجہ الی اللہ میں رکاوٹ کا باعث بننے لگا۔ تو آپ نے ایسی ایسی رمز و اسرار کی باتیں شروع کر دیں جن کا ظاہری طور پر اظہار مناسب نہیں تھا آپ کے والد محترم نے ایسی باتوں کے اظہار سے منع فرمادیا۔

لیکن ایک وقت سالک پر ایسا آتا ہے کہ وہ نور سے بھر جاتا ہے اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ گلی کوچوں میں انا الحق کا نعرہ بھی لگا دیتا ہے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے۔ ایسی ہی کیفیات جب بری سرکار پر وارد ہوئیں تو والد محترم کی سرزنش پر باغاں سے نور پور چلے

گئے۔ اس بستی کے قریب جنگل میں آپ نے پورے بارہ برس قیام کیا۔ ایک بار ہندوؤں کا ایک گروہ گنگا جل کی یا ترا کے لئے اس جنگل سے گزرا تو درخت کے نیچے آپ مراقب تھے مراقبہ میں خلل پڑا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگ اتنا ساز و سامان لئے کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم گنگا کے پانی میں نہا کر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔

حضرت بری امامؒ نے فرمایا کہ انسان کے گناہ تو عبادت الہی اور اعمال صالح سے دھلتے ہیں۔ پانی میں نہا کر نہیں دھوئے جاتے۔

ان میں سے ایک ہندو پنڈت نے کہا اگر آپ کی بات ٹھیک ہے تو مدت سے آپ عبادت میں مصروف ہیں لیکن آپ سے خدا کی رضا اور رحمت کی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہوئی کم از کم اتنا ہی ہو جاتا کہ جس خشک شیشم کے درخت کے نیچے آپ عبادت کر رہے ہیں یہ ہر ا بھرا ہو جاتا اور آپ دھوپ کی تپش اور بارش سے محفوظ ہو جاتے۔

آپ مسکرائے اور جواب دیا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو پل بھر میں یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

یہ کہتے ہی حضرت بری سرکارؒ نے درخت کی جانب دیکھا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے چند لمحوں میں سوکھا درخت ہرا بھرا ہو گیا۔ وہ لوگ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

آپ نے تبلیغ دین کا آغاز پہاڑی علاقوں سے کیا آپ نہایت سادہ اور پیارے انداز میں لوگوں کو نماز روزہ کی تلقین کرتے انہیں دین کی خوبیوں سے روشناس کراتے آپ کے اخلاق عالیہ اور رشد و ہدایت سے متاثر ہو کر ہزاروں لوگوں نے راہ ہدایت پائی۔ آپ لوگوں سے فرماتے تھے اے لوگو تمہارے اندر اللہ کا نور ہے جو روح کی آنکھ سے نظر آتا ہے۔

ایک بار دھیر کوٹ ستیاں میں شیر محمد نامی آپ کو اپنے گھر لے گیا نماز کے وقت آپ کو وضو کے لئے پانی بڑی دیر کے بعد دیا گیا۔ آپ نے دیر کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ دھیر کوٹ ستیاں میں پانی نہیں ہے۔ ہمیں بڑی دور سے پانی لانا پڑتا ہے۔ حضرت بری سرکارؒ نے اللہ سے دعا کی تو پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا۔ آج تک یہ چشمہ فیض رواں دواں ہے اور پورا علاقہ اس پانی سے سیراب ہوتا ہے۔

ضلع ہزارہ کے ایک معزز خاندان کے سردار سید نور محمد کی صاحبزادی بی بی دامن خاتون سے آپ کی شادی ہوئی۔ اللہ نے آپ کو ایک لڑکی عطا کی جو کچھ ہی عرصہ بعد رضائے الہی سے وفات پا گئی اس سانحہ کے کچھ عرصہ بعد آپ کی اہلیہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ آپ نے دوسری شادی نہ کی اور عائلی پابندیوں سے آزاد ہو کر اپنا سارا وقت خدا کی راہ میں گزارنا شروع کر دیا آپ نے اپنی زندگی کا ایک باب بطور سالک گزارا جبکہ دوسرا دور آپ نے مجذوب کے روپ میں گزارا آپ کی زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثر ا کا ایک انمول نمونہ تھی۔

یہ واقعہ حضرت بری امامؒ کی زندگی کا ایک مشہور و معروف واقعہ ہے جو اکثر کتب میں درج ہونے کے علاوہ زبان زد عام بھی ہے۔ ایک عورت حضرت شاہ چن چراغ (جن کا مزار راولپنڈی شہر کے عین مرکز میں مرجع خلافت ہے) کی خدمت میں بیٹے کی طلب لے کر آئی اور عرض کیا کہ دعاء فرمائیں رب عظیم مجھے بیٹا عطا کرے۔ ایک بچے کی طلب میں عرصہ گزر گیا۔ آپ نے مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس عورت کو ایک بیٹی تول سکتی ہے لیکن بیٹا اس کے نصیب میں نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا۔ بی بی میں نے دیکھا ہے کہ لوح محفوظ میں تیرے لئے بیٹا نہیں بیٹی ہے۔ لیکن اس نے جواب دیا میں تو اپنے رب سے بیٹا لوں گی۔ اس پر شاہ چن چراغ نے کہا صرف بیٹی مل سکتی ہے۔ بیٹے کی گنجائش نہیں وہ وہاں سے مایوس ہو کر حضرت بری امامؒ کے پاس پہنچی آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ تیرے نصیب میں

بیٹا نہیں ہے اس پر عورت نے نہایت رقت سے کہا کہ مجھے یہ معلوم ہے مگر اس کے باوجود آپ کے پاس آئی ہوں آپ کی خدا سنا ہے میرے لئے بچے کی التجا کریں آپ نے اسے بہت سمجھایا لیکن اس کے اصرار نے طول کھینچا تو رب کریم سے التجا کی کہ اے میرے رب اس عورت کی التجا قبول فرما اور اپنی رحمت کے خزانے سے اسے اولادِ زینہ سے نواز دے۔

1756ء بمطابق 1117ھ میں حضرت بری امامؒ نے طویل علالت کے بعد حق تعالیٰ سے وصال حاصل کیا۔ آپ کی عمر وفات کے وقت 91 سال تھی آپ کی وفات پر اورنگزیب بادشاہ تشریف لائے اور آپ کے مزار کی تعمیر بھی کروائی اور بعد میں بھی آپ کے مزار کی تزئین و آرائش وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق ہوتی رہی مزار شریف کی عمارت میں نقشہ کاری اور مینا کاری کا کام بہت عمدہ ہے۔ مینا کاری کی وجہ سے عمارت ہر وقت چمکتی اور جگمگاتی رہتی ہے۔ لوگ جوق در جوق مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور اللہ کے بندے کی دعاؤں سے اپنی مرادوں کو پہنچتے ہیں۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمتِ فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

دم کی شرعی حیثیت
اور کلیام شریف کا فیض



جس رب نے جڑی بوٹیوں اور انسان کی بنائی ہوئی ادویات میں شفاء رکھی ہے اسی رب نے قرآن کی آیات، احادیث اور پاکیزہ اسماء کو بھی شفاء کی تاثیر عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس نام اور پاک کلام میں بڑی برکات اور عجیب تاثیرات ہیں بشرطیکہ یہ کلمات طیبات پاک لطیف جسم و جان اور باطنی زبان سے ادا کئے جائیں چنانچہ ظاہری زبان سے ادا کرنے میں ظاہری بدن کے لئے اور باطنی قلبی زبان سے ادا کرنے سے باطنی لطیف اجسام یعنی نفس، قلب روح وغیرہ کے لئے باعث شفاء اور رحمت ہیں جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ
إِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل: ۸۲)

”ہم قرآن میں جو آیتیں نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لئے

ظاہری اور باطنی شفاء اور رحمت کا باعث ہوتی ہیں“

یہ تو قرآنی شفاء کا تذکرہ تھا رہا مسئلہ دنیاوی ادویات کے ذریعے علاج کا تو اس کے متعلق بھی قرآن واضح طور پر اپنا موقف بیان کر دیتا ہے۔ کہ

يُسَبِّحُ لَهُمْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور: ۲۱)

ترجمہ: جو کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور ایک مقام پر فرمایا:

وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ
(بنی اسرائیل: ۴۴)

اور (جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح (کی کیفیت) کو سمجھ نہیں سکتے۔

گویا ہر دوائی میں تمام مفید تاثیرات کی وجہ صرف اور صرف وہ کلمات طیبات اور اسماء الہی ہوتے ہیں جو ان چیزوں کا دائمی ورد ہوتا ہے یہی ورد اور تسبیح الہی اس دوائی کے اندر شفاء پیدا کرتا ہے۔ تو جو کلمات طیبات اور اسماء الہی دوائیوں میں شفاء کا باعث بنتے ہیں اگر وہی اسماء پاک زبان سے پڑھے جائیں تو اس صورت میں بھی ان کے اندر وہی شفاء کا جوہر موجود ہوتا ہے جو امراض کو دور کرنے کا سبب بنتا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ خالق کائنات نے جس طرح ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خاصیت اور تاثیر رکھی ہے۔ اسی طرح ان الفاظ میں بھی اثر پیدا کیا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص کی اچھا کام کرنے پر تعریف کی جائے تو اس کے اندر مسرت اور خوشی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں یہ جذبات مسرت نتیجہ ہوتے ہیں ان تعریفی الفاظ کا جو ایک شخص کسی کی زبان سے سنتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیتا ہے تو گالی سنتے ہی فوراً آدمی کے دل کے اندر غصے اور نفرت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔ تو یہ غصے ناراضگی اور نفرت کے جذبات جس چیز نے پیدا کیے وہ بھی الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ ان دو مثالوں سے یہ بات بالکل دو ٹوک انداز سے ثابت ہو جاتی ہے کہ الفاظ کے اندر تاثیر موجود ہوتی ہے۔ تو جب معمولی سے تعریفی الفاظ انسان کے اندر ایک تبدیلی پیدا کرنے کی تاثیر رکھتے ہیں تو کیا آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور مقدس اسماء انسان پر اثر انداز نہیں ہو سکتے ہیں۔

احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً بھی اس عمل کی نہ صرف اجازت دیتی ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے جھاڑ پھونک یعنی دم کے ذریعے شفاء حاصل کرنے کی ترغیب دی۔
حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

وعن انس قال رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرقبة من العين والحمته والنملته (رواه المسلم)
اور حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے جھاڑ پھونک کے ذریعے نظر بد، ڈنگ اور نملہ کا علاج کرنے کی اجازت دی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک ہے جس میں حصول شفاء کے لئے منقول دعائیں اور قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں۔

”نظر بد“ ایک حقیقت ہے جس کو بعض حضرات نے ”زہر“ سے تعبیر کیا ہے ان حضرات کا کہنا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پھو کے ڈنگ اور سانپ کے منہ میں زہر رکھا ہے اسی طرح بعض آدمیوں کی آنکھوں میں بھی زہر رکھا ہے ان کی نظر جس چیز کو بھی لگ جاتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا مال و اسباب زمین و جائیداد ہو یا کھیتی و باغات سب کو کھا جاتی ہے۔ چنانچہ نظر بد کے دفعیہ کے لئے دعا و تعویذ اور جھاڑ پھونک نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے اس مقصد کے لئے مختلف دعائیں بھی تعلیم فرمائی ہیں۔

”ڈنگ“ سے مراد زہر بلہ ڈنگ ہے جیسے پھو کا ڈنگ، سانپ کا ڈنگ، سنا بھی اسی کے حکم میں ہے اگر کسی شخص کو پھو ڈنگ مار دے یا سانپ ڈس لے تو اس کا زہر اتارنے کا بہترین

ذریعہ جھاڑ پھونک ہے۔

”نملہ“ اصل میں تو چیونٹی کو کہتے ہیں لیکن یہاں وہ پھوڑا مراد ہے جو آدمی کے پہلو میں ہو جایا کرتا ہے کبھی یہ چھوٹی چھوٹی پھنسیوں کی صورت میں بھی ہوتا ہے جو پسلی کے اوپر نکل آتی ہیں، نملہ پھوڑے میں آدمی کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے چیونٹیاں ریگ رہی ہوں اور غالباً اسی مناسبت سے اس پھوڑے کو نملہ کہا گیا ہے اور اگر نملہ چھوٹی چھوٹی پھنسیوں کی صورت میں ہو تو اس میں وجہ مشابہت یہ ہوگی کہ وہ پھنسیاں چیونٹیوں کی طرح پھیلی اور بکھری ہوتی ہیں۔

واضح رہے کہ جھاڑ پھونک کے ذریعے ہر مرض کا علاج کرنا جائز ہے اس صورت میں خاص طور پر ان تین چیزوں کا ذکر محض اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسرے امراض کی بہ نسبت ان تینوں میں جھاڑ پھونک کا اثر زیادہ کارگر اور زیادہ اچھا ہوتا ہے اسی طرح جس روایت میں بطور حصر یہ فرمایا گیا ہے کہ ”جھاڑ پھونک صرف ان تین چیزوں میں جائز ہے“ اس کی تاویل بھی یہی ہوگی علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جن الفاظ و کلمات کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے ان سے اجتناب کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو جھاڑ پھونک کرنے سے منع فرمایا تھا پھر جب ان تینوں چیزوں میں جھاڑ پھونک کی اہمیت اور لوگوں کو اس سے حاصل ہونے والے فائدے کی بنا پر آپ نے منتر پڑھ کر پھونکنے کی اجازت دیدی بشرطیکہ اس منتر میں مشرکانہ الفاظ و کلمات استعمال نہ ہوں یہاں تک کہ بعد میں اس اجازت کو عام کر دیا گیا کہ کسی بھی مرض میں منقول دعاؤں اور قرآنی آیات کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی جاسکتی ہے۔

عن عائشة قالت امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یستر

قی من العین (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے حکم دیا کہ ہم نظر بد کا اثر دور کرنے کے لئے جھاڑ پھونک کرائیں۔ (بخاری اور مسلم)

وعن ام سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى فى بيتها جاريتها فى وجهها سحنة تعنى صفرة فقال استر توالها فان بها النظرة (متفق عليه)

ترجمہ: اور حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ اس پر منتر پڑھو (یعنی اس کی جھاڑ پھونک کراؤ) کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث کے ظاہری مفہوم سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس لڑکی کو نظر لگ گئی تھی خواہ کسی انسان کی نظر لگی ہو یا کسی جن کی لیکن شارحین نے وضاحت کی ہے کہ اس لڑکی پر کسی جن کی نظر بد کا اثر تھا جنات کی نظر برچھے کی نوک سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔

عن جابر قال نهى عن الرقى فجاء ال عمر و بن حزم فقالوا يا رسول الله انه كانت عندنا رقية نرقى بها من العقرب وانت نهيت عن الرقى فعرضوها عليه فقال ماري بها باسا من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفعه (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کثیراً کثیراً نے منتر پڑھنے اور پھونکنے سے منع فرمادیا تو عمرو بن حزم کے خاندان کے لوگ (جو منتروں کے ذریعے جھاڑ پھونک کرتے تھے) حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً! ہمارے پاس ایک منتر ہے جسکو ہم بچھو کے کالے پر پڑھا کرتے تھے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے منتروں سے منع فرمادیا۔ اس کے بعد انہوں نے منتر کو پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو سنایا (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً اس منتر کو درست یا غلط ہونے کا فیصلہ فرمائیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے (منتر کو سن کر) فرمایا کہ میں اس منتر میں کوئی حرج نہیں دیکھتا تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو وہ ضرور نفع پہنچائے (خواہ جھاڑ پھونک کے ذریعہ ہو اور خواہ کسی اور طرح سے بشرطیکہ اس میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو) (بخاری و مسلم)

عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی الجاہلیۃ فقلنا یا رسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضو رقاکم لا باس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک (رواہ مسلم)
ترجمہ: حضرت عوف ابن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کے ذریعہ منتر پڑھا کرتے تھے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ان منتروں کے بارے میں کیا حکم فرماتے

ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا منتر پڑھ کر مجھ کو سناؤ، جب تک ان میں شرک نہ ہو میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ (مسلم)

جب تک ان میں شرک نہ ہو الخ کا مطلب یہ ہے کہ جس منتر و افسوں میں جن و شیاطین کے اسماء اور ان سے استعانت نہ ہو اور ان کے مفہوم و معنی ایسے نہ ہوں جن سے کفر لازم آتا ہو تو ان کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ ایسے الفاظ و کلمات پر مشتمل منتر و افسوں کے ذریعہ جھاڑ پھونک جائز نہیں ہے۔ جن کے مفہوم و معانی معلوم نہ ہوں البتہ بعض ایسے منتر جن کے الفاظ و کلمات صحیح روایت میں شارع سے منقول ہیں اور ان کے مفہوم و معانی معلوم نہیں ہیں ان کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح شیطان ازل ہی سے انسانی عداوت میں مبتلا ہے اسی طرح جنات بھی بالطبع انسان کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور اس اعتبار سے جنات و شیاطین آپس میں ایک دوسرے کے دوست و رفیق ہوتے ہیں چنانچہ جب کسی انسان پر جنات کا سایہ و اثر ہوتا ہے اور اس سایہ و اثر کو دور کرنے کے لئے ایسے منتر و افسوں پڑھے جاتے ہیں جن میں شیاطین کے نام اور ان سے استعانت ہوتی ہے تو جنات اس منتر و افسوں کو قبول کر کے اس انسان کا پیچھا چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات مارگزیدہ (سانپ کا ڈسا ہوا) شخص اصل میں جنات کے زیر اثر ہوتا ہے۔ عموماً کوئی شریر جن سانپ کی صورت اختیار کر کے انسان کو ڈس لیتا ہے لیکن لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ اس کو درحقیقت سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ جب ایسے شخص پر منتر پڑھے جاتے ہیں جن میں شیاطین کے نام ہوتے ہیں تو وہ زہر جو حقیقت میں سانپ کا اثر ہوتا ہے اس شخص کے بدن سے زائل ہو جاتا ہے اس طرح گویا جنات اور شیاطین دونوں انسان کی گمراہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ چنانچہ علماء امت کا

اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ کتاب اللہ اور اسماء و صفات الہی کے بغیر افسوس و منتر پڑھنا اور جھاڑ پھونک کر ناجائز نہیں ہے سب سے زیادہ مہتمم بالشان ”منتر و افسوس“ خود قرآن مجید ہے کہ اس کا ہر فقرہ اور ہر لفظ کائنات انسانی کے لئے تاثیر و شفاء اور خیر و برکت کا خزانہ ہے اور جس کا فائدہ یقینی ہے اور پھر اس میں بھی بعض سورتیں اور آیتیں جھاڑ پھونک کے لئے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں جیسے سورہ فاتحہ، معوذتین، آیت الکرسی اور وہ آیات کریمہ جو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے مفہوم پر مشتمل ہیں اسی طرح وہ دعائیں اور عملیات بھی افضل ہیں جو احادیث صحیحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے منقول و ثابت ہیں۔

سفر السادۃ کے مصنف نے لکھا ہے کہ حدیث شریف میں منقول ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی ایسے مال و اسباب وغیرہ یا بچے پر نظر ڈالے جو اس کو اچھا لگتا ہو تو چاہیے کہ ماشاء اللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہے (تا کہ اس مال یا بچے کو نظر نہ لگے) اسی طرح حضرت عثمان ؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک بہت ہی خوبصورت بچے کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی میں ذرا سی سیاہی لگا دو تا کہ اس کو نظر نہ لگے۔

آیات شفاء

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیریؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ میرا بچہ بیمار ہوا یہاں تک کہ ہم سب اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے اسی دوران میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے بچے کی بیماری کے بارے میں عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ تم آیات شفاء سے بے خبر کیوں ہو؟ پھر جب میں بیدار ہوا اور قرآن کریم سے آیات شفاء کی تلاش شروع کی یہاں تک کہ میں نے قرآن میں چھ جگہوں پر آیات شفاء پائیں جو یہ ہیں

- 1- قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَتُخْزِيهِمْ وَتَنْصُرُكُمْ عَلَيْهِمْ وَتُشْفِي صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ (التوبہ: ۱۴)
- 2- يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِينُكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (يونس: ۵۷)
- 3- ثُمَّ كُلِّي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلَالًا يَخْرُجُ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابٌ مُّحْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِن فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْتَبِرُونَ (النحل: ۶۹)
- 4- وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل: ۸۲)
- 5- وَإِذَا مَرَضْتُمْ فَهُوَ شَفِي (الشعراء: ۸۰)
- 6- وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَٰئِكَ يُنَادُّونَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ (الفصلت: ۴۴)

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے آیات کو لکھا اور پانی میں دھو کر بچے کو پلا دیا جس سے وہ اتنی جلدی اچھا ہو گیا کہ جیسے اس کے پیروں کا بند کھول دیا گیا ہو۔ قاضی بیضاویؒ نے بھی اپنی تفسیر میں ان آیات شفاء کی طرف اشارہ کیا ہے، سعد حلبیؒ نے بھی تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں ان آیات شفاء کا تعین کرتے ہوئے ابوالقاسم قشیریؒ کی مذکورہ بالا حکایت کو نقل کیا ہے۔ حضرت شیخ تاج الدین سبکیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بہت سے مشائخؒ کو دیکھا کہ وہ بیماریوں سے شفاء حاصل کرنے کے لئے ان آیات کو لکھا کرتے تھے۔ رہی یہ بات کہ حصول شفاء کے لئے ان آیات کے صرف مذکورہ

بالا اجزاء کو لکھا جائے یا پوری آیتیں لکھی جائیں تو اس سلسلہ میں نقل کرنے والوں نے اکابر و مشائخ کا جو عمل دیکھا ہے وہ صرف ان ہی مذکورہ اجزاء کو لکھا جاتا ہے۔

کلیام کا چشمہ فیض

قرآن و سنت کا یہ فیض اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ذریعے آج تک قائم ہے اور اس آفاقی اصول کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جو چیز بھی لوگوں کو فائدہ دیتی ہے فیمکث فی الارض وہ زمین پر قائم رہتی ہے اور جو نقصان دہ ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ فیض کلیام شریف حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ اور بابا جی کلیامیؒ کے ذریعے جاری ہوا ہے تو لوگ اس سے فائدہ بھی لے رہے ہیں اور اس طرح اللہ کی سر زمین پر اللہ والوں نے اپنے مولا کی عطاء سے ہزاروں چشمے جاری کر رکھے ہیں تاکہ مخلوق خدا کی بہتری اور بھلائی کی جاسکے۔ کوئی چشمہ کسی بیماری کا علاج کرتا ہے تو کوئی کسی کا۔

کلیام شریف کا فیض بھی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحبؒ کے تشریف لانے کے بعد جاری ہوا۔ جو کوئی بھی اس چشمہ فیض رساں پر آتا ہے خالی نہیں جاتا۔ وہ سانپ کا ڈسا ہوا یا بولے کتے کا کاٹا ہو یہاں آکر اپنی جھولی شفاء سے بھر کر واپس لوٹتا ہے۔ جن حضرات کو کلیام شریف آنے کا اتفاق ہوا اور جن لوگوں نے اس بیماری سے شفاء حاصل کی ان کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ صابری آستانہ ضلع انک کھیری مورت میں بھی حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے لخت جگر حضرت خواجہ ولایت حسین چشتی صابری کلیامیؒ کے ذریعے لاکھوں لوگ اس فیض سے مستفید ہوئے اور ان کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ کلیام شریف میں بھی حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کی اولاد میں سے کئی صاحب اجازت ہیں جو پچھو سانپ اور باؤ لے کتے کا دم کرتے ہیں۔ باؤ لے کتے یا کسی بھی باؤ لے جاندار کے کانٹے پر جب دم کیا جاتا ہے تو کمہار کے ہاتھ کی پچی ہوئی مٹی سے گولیاں بنا کر ان پر دم

کر کے مریض کے جسم پر پھیری جاتی ہیں گولیاں پھیرنے کے بعد ان کو جب توڑا جاتا ہے تو جس درندے یا جانور نے کاٹا ہوتا ہے اس کے بالوں جیسے بال گولیوں سے نکلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے وہ شخص شفا یاب ہو کر لوٹتا ہے۔

عشق کا مفہوم
اور اُس کے تقاضے



محبت ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں طبیعت کسی بھی پسندیدہ چیز کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ میلان شدید اور سخت ہو جائے تو اس کو عشق کہا جاتا ہے حتیٰ کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ عاشق اپنے معشوق کا غلام بن کر اس کی خاطر ہر مملوکہ چیز خرچ کر دیتا ہے۔ جب حضرت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں مبتلا ہوئیں تو ان کا حال و جمال سب بھول گیا اُن کے پاس ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر جواہرات اور ہار تھے انہوں نے سب مال حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں لگا دیا جو آدمی بتاتا کہ میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے اسے ایک ہار دیکر مالدار کر دیتیں آخر ان کے پاس کچھ باقی نہیں بچا اس کیفیت کا نام ہی یہ پڑ گیا ”ہر چیز بنام یوسف“ وہ شدت شوق میں سب کچھ بھلا بیٹھیں آسمان کی طرف دیکھتیں تو ستاروں پر بھی حضرت یوسف کا نام لکھا پائیں۔

منقول ہے کہ جب وہ ایمان لے آئیں اور حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کیا تو ان سے الگ ہو کر عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ عبادت کی خاطر سب سے انقطاع کر لیا جب حضرت یوسف انہیں دن کو بلا تے تو وہ رات کا وعدہ کر دیتیں اور رات کو بلا تے تو دن کا۔ ایک روز کہنے لگیں اے یوسف علیہ السلام! میں خدا کی معرفت سے پہلے آپ سے محبت

کرتی تھی جب میں نے خدا تعالیٰ کو پہچان لیا تو اب اس کی محبت کے سوا سب کی محبت دل سے نکل گئی اور میں اس کا بدل بھی نہیں چاہتی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور فرمایا ہے کہ تیرے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں نبوت عطا فرمائے گا حضرت زلیخا نے کہا کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور مجھے اس کا ذریعہ قرار دیا ہے تو پھر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہوں۔

سچی محبت و عشق کی تین علامتیں بیان ہوئی ہیں۔

۱:- دوسروں کی بجائے محبوب کی زبان اختیار کرے۔

۲:- دوسروں کی ہم نشینی کی بجائے محبوب کی ہم نشینی اختیار کرے۔

۳:- دوسروں کی رضامندی کی بجائے محبوب کی رضامندی حاصل کرے۔

عشق اگرچہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ فارسی ادب میں خاص طور پر مولانا رومؒ نے اس کا استعمال بہت زیادہ کیا ہے جیسے آپ نے فرمایا:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسا ایں دولت از گفتار خیزد

علامہ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں جا بجا عشق کا لفظ استعمال کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشقِ صبرِ حسینؑ بھی ہے عشق

معرکہء وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

عقل ہمیشہ شک وارتیاب میں گم رہتی ہے جب کہ عشق عزم و یقین کے ساتھ منزل مقصود تک جا پہنچتا ہے۔

عقل را سرمایہ از بیم و شک است

عشق را عزم و یقین لا ینفک است

عشق دراصل پردہ دردی اور راز کھول دینا ہے۔ اور حلاوتِ ذکر اور غلبہ شوق میں روح کا اس

طرح عاجز آجانا کہ اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو محسوس نہ ہو جیسے حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کو دیکھ کر زنانِ مصر نے انگلیاں کاٹ دی تھیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہ ہوا تھا۔

ایک بزرگ سے عشق و محبت کا مفہوم پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: اختلاط کم رکھے۔ زیادہ تر تنہائی اختیار کرے، ہر وقت متفکر رہے۔ خاموشی اختیار کرے۔ آنکھ اٹھائے تو دیکھے نہیں۔ آواز دی جائے تو سنے نہیں بات کریں تو سمجھے نہیں جب کوئی مصیبت آئے تو غم نہ کرے۔ بھوک آئے تو محسوس نہ ہو برہنہ ہو تو پتہ نہ چلے گالی ملے تو سمجھے نہیں لوگوں سے ڈرے نہیں خلوت میں اللہ کی طرف دھیان رکھے اور اس سے مانوس ہو اس کے ساتھ مناجات کیا کرے دنیا کے معاملے میں دنیا سے نہ الجھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر انے فرمایا:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من
أحب لقاء الله أحب لقاءه

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے) جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی
خواہش کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کی خواہش کرتا ہے۔

(السنن الكبرى للنسائی جز ۱، ص 603) (مشکوٰۃ المصابیح شرح مرعاة، الفصل
الاول جز 5 ص 588) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب من أحب لقاء الله
أحب الله، جز 3 ص 297) (صحیح مسلم، باب من أحب لقاء الله أحب الله
جز 8 ص 66)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ
يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ
يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ (اُن کی جگہ) ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ مومنوں پر نرم (اور) کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں (خوب) جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے یہ (تعمیری کردار) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا (ہے) خوب جاننے والا ہے۔

قرآن مجید میں مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرہ: ۱۶۵)

ترجمہ: اور ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں

یہ ٹوٹ کر محبت کرنا ہی عشق کہلاتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

وَتَبَيَّنَ إِلَيْهِ تَبَيَّنًا (المنزل: ۸)

اور ہر طرف سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان

اللہ اذا أحب عبدا نادى جبرائیل ان اللہ احب فلانا

فأحبوه

الزهد الكبير للبيهقي باب ان الله اذا احب عبدا نادى جز 2 ص 315 (صحيح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو

آواز دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی اُس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی بندے سے محبت کرنے سے مراد اس بندے پر کوئی مخصوص انعام کرنے کا ارادہ کرنا ہوتا ہے۔ بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا یہ ایک حالت ہوتی ہے جسے بندہ اپنے دل میں پاتا ہے مگر اسے عبارت اور الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا انسان صرف اس کا ذکر کر کے ہی قرار محسوس کرتا ہے۔

صوفیائے کرام نے اسے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔

۱۔ بعض کہتے ہیں پاکیزہ اور صاف محبت کا نام حُب ہے کیونکہ عرب حب الاسنان بولتے ہیں اور اس سے ان کی مراد دانتوں کی سفیدی اور تروتازگی ہوتی ہے۔

۲۔ سخت بارش کے وقت جو بلبل اٹھتے ہیں انھیں حباب الماء کہا جاتا ہے اس بنا پر محبوب کی ملاقات کے جوش اور پیاس کے بڑھکنے کا نام محبت ہے۔

۳۔ بعض کے نزدیک یہ حباب الماء سے ماخوذ ہے یعنی وہ مقام جہاں پانی زیادہ ہو لہذا اسے محبت اس لئے کہا گیا کہ دل میں جتنی اہم چیزیں ہیں ان میں سب سے بڑا حصہ اسی کا ہوتا ہے۔

۴۔ یہ لفظ لازم ہونے اور ثابت قدم رہنے کے معنوں میں آتا ہے عربی محاورہ ہے۔ احب البعیر جب وہ بیٹھ جائے اور پھر وہ نہ اٹھے اس صورت میں معنی یہ ہوئے کہ عاشق کا دل کسی وقت بھی معشوق کے ذکر سے نہیں تھکتا۔

۵۔ یہ لفظ حب بمعنی بالی ہے جو عورت کے کان سے چٹٹی رہتی ہے اور ہر وقت مضطرب رہتی ہے اور محبت میں یہ دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔

۶۔ لفظ محبت حب سے ماخوذ ہے جو حبہ کی جمع ہے حبة القلب دل کا وہ مقام ہے جس پر دل کا دار و مدار ہے لہذا محبت کا نام اپنے محل کے نام پر ہے۔

۷۔ حب ان چار لکڑیوں کو کہتے ہیں جن پر مٹکا رکھا جاتا ہے محبت کو حب اس لیے کہا گیا کہ جس طرح یہ چار لکڑیاں مٹکے کو برداشت کرتی ہیں اسی طرح محبت محبوب کی طرف سے ہر عزت و ذلت کو برداشت کرتی ہے۔

۸۔ اس لفظ کی اصل وہ مٹکا (حب) ہے جس میں پانی ہوتا ہے مٹکا اسے روکے رکھتا ہے اس میں صرف اس قدر پانی سما سکتا ہے جس سے وہ بھر جائے۔ اسی طرح جب کسی کی محبت سے دل بھر جاتا ہے تو پھر اس دل میں محبوب کے سوا کسی اور کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! جب تک کسی اور کی محبت کسی دل میں پائی جاتی ہو اس وقت تک میں نے اس بات کو حرام قرار دے دیا ہے کہ میری محبت اس میں داخل ہو۔

کہتے ہیں کہ حب میں دو حرف ہیں ح۔ ب۔ جن میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص محبت کرے اسے اپنی روح اور بدن دونوں سے نکل آنا چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک عاشقِ نوجوان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے نوجوان کے پاس سے گزرے جو باغ کی سیر کر رہا تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی۔ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ مجھے اپنی محبت کا ذرہ بھر حصہ عطا فرمادے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے اندر ذرہ کی طاقت نہیں اس نے کہا اچھا نصف ذرہ ہی عطا فرمادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے رب تعالیٰ! اس کو اپنی محبت سے نصف ذرہ عطا فرمادے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے گئے۔ ایک طویل عرصے کے بعد اس نوجوان کے مکان کے پاس سے گزرے تو اسکے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ دیوانہ ہو چکا ہے

اور پہاڑوں پر چلا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! اس نوجوان کو دکھا۔ دیکھا تو پہاڑوں کے درمیان ایک بلند ترین چوٹی پر کھڑا ہے اور آسمان کی طرف رخ کئے ہوئے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا آپؑ نے فرمایا میں عیسیٰ ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا: جس کے دل میں میری محبت کا نصف ذرہ بھی ہو وہ انسانوں کا کلام کیسے سن سکتا ہے؟ میری عزت و جلال کی قسم! اگر تو اس کو آرے سے چیر دے گا تو بھی اس کو خبر نہیں ہوگی۔

حضرت آسیہؑ اور محبتِ الہی

فرعون کی بیوی حضرت آسیہؑ اپنا ایمان فرعون سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھیں۔ جب فرعون کو ان کے ایمان لانے کی خبر ملی تو اس نے ان کو سزا دینے کا حکم دیا۔ ان کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔

فرعون نے کہا! تم اپنے دین سے پھر جاؤ مگر انہوں نے دین و ایمان نہ چھوڑا آخر کار کیل لائے گئے۔ اور ان کے اعضائے بدن میں ٹھونک دیے گئے پھر کہا: دین سے پھر جاؤ۔ انہوں نے کہا تم نے میرے بدن پر قابو پا لیا مگر میرا دل رب تعالیٰ کی حفاظت میں ہے اگر تو میرے بدن کا انگ انگ کاٹ ڈالے تو پھر بھی ایمان و محبت میں اضافہ ہی ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت آسیہؑ کے سامنے سے گذرے تو حضرت آسیہؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی اور کہا: مجھے بتائیے کہ میرا رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے آسیہؑ! آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں، یعنی تیرے مشتاق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجھ پر فخر کر رہا ہے اب اپنی حاجت مانگو یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو دعا قبول ہوگی انہوں نے دعا کی۔

”اے میرے رب! میرے لئے جنت میں اپنے ہاں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون

اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ فرعون اپنی بیوی کو دھوپ میں سزا دیتا تھا جب سزا دینے والے چلے جاتے تو فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کرتے اور وہ جنت میں اپنا گھر دیکھتی تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور کوہِ لبنان کے مسافر

حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے داؤد! جنت کو کب تک یاد کرو گے اور میری طرف شوق کی درخواست کب کرو گے عرض کیا کہ الہی تیرے مشتاق کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہیں جن کو میں نے ہر ایک کدورت سے صاف کر دیا ہے اور خوف سے آگاہ کر دیا ہے ان کے دلوں میں اپنی طرف سوراخ کر دیا ہے۔ جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے آسمان پر رکھتا ہوں پھر عمدہ فرشتوں کو بلاتا ہوں جب وہ اکٹھے ہوتے ہیں وہ مجھ کو سجدہ کرتے ہیں میں ان کو ارشاد فرماتا ہوں کہ میں نے تم کو سجدہ کے لئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ اپنے مشتاقوں کے دلوں کو تمہیں دکھاؤں اور ان کے باعث تم پر فخر کروں۔ ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کو ایسا نور دیتے ہیں جیسے آفتاب زمین والوں کو روشنی دیتا ہے۔ اے داؤد! میں نے مشتاقوں کے دل اپنی رضا سے بنائے اور اپنے چہرے کے نور سے ان کی تربیت کی اور ان کو اپنی ذات کے لئے بات کرنے والا بنایا اور ان کے بدنوں کو زمین میں سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور ان کے دلوں میں ایک راہ رکھ دی جس سے میری طرف دیکھتے ہیں اور ہر روز ان کا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی مجھ کو اپنے عاشقوں کی زیارت کرا دے حکم ہوا کہ کوہِ لبنان پر جاواہاں چودہ آدمی ہیں ان میں جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ عمر سب قسم کے لوگ ہیں ان سے جا کر میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارا رب بعد سلام تم سے کہتا ہے کہ مجھ سے تم کچھ حاجت

کیوں نہیں مانگتے تم تو میرے دوست برگزیدہ اور ولی ہو میں تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت کی طرف سبقت کرتا ہوں حضرت داؤد علیہ السلام بموجب ارشاد کوہ لبنان کو گئے ان لوگوں کو ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت میں فکر کر رہے ہیں جب انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو اٹھے تا کہ ان سے علیحدہ ہو جائیں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو! میں رسول خدا ہوں تمہارے پاس ایک پیام ربانی پہنچانے آیا ہوں انہوں نے آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کان لگا دیے اور آنکھیں نیچی کر لیں حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ پیام لایا ہوں کہ خدائے تعالیٰ بعد سلام کے تم سے فرماتا ہے کہ مجھ سے کوئی حاجت کیوں نہیں مانگتے کہ تمہاری آواز کو سنوں تم میرے دوست اور اصفیاء اور اولیاء ہو تمہاری خوشی سے میں خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت کی طرف سرعت کرتا ہوں اور جیسے مادر مشفقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہے اس طرح میں ہر گھڑی تم کو دیکھتا ہوں یہ سن کر ان سب کے آنسو چہرے پر بہنے لگے اور ہر ایک نے جدا دعا مانگی ان میں سے بوڑھے نے کہا کہ الہی ہم تیرے بندے ہیں اور بندوں کی اولاد ہیں جس قدر ہماری عمر گذشتہ میں تیری یاد نہ ہوئی ہو وہ ہم کو معاف فرما۔ دوسرے نے کہا کہ الہی تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے غلاموں کی اولاد ہیں جو معاملہ ہم میں اور تجھ میں ہے اس میں یہ احسان کر کہ حسن نظر فرما۔ تیسرے نے کہا کہ الہی تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کے بیٹے ہیں کیا ہم تجھ سے دعا پر جرات کریں تجھ کو تو معلوم ہے کہ ہم کو کسی اپنے کام کی حاجت نہیں اتنا احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر جمار ہنا ہمارے لئے ہمیشہ کے واسطے کر دے اور اس بات سے ہم پر بار منت رکھ۔ چوتھے نے کہا کہ الہی ہم سے تیری رضا کی طلب میں قصور ہوا تو اپنے جود سے اس پر ہماری اعانت کر۔

پانچویں نے کہا کہ خدایا تو نے ہم کو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت میں فکر کرنے کا احسان کیا جو شخص تیری عظمت میں مشغول اور تیرے جلال میں متفکر ہو بھلا وہ کلام کی جرات

کر سکتا ہے۔ ہمارا مقصود تو یہی تھا کہ اپنے نور سے ہم کو قریب کر۔ چھٹے نے کہا کہ الہی چونکہ تو عظیم الشان ہے اور اپنے اولیاء سے قریب تر رہتا ہے اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان کرتا ہے اس لئے ہماری زبان یا رائیں دیتی کہ تجھ سے کچھ دعا کریں۔ ساتویں نے کہا کہ خدا یا جو تو نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی طرف مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا تو اس نعمت کے شکر میں جو ہم سے تقصیر ہوئی اس کو معاف کر آٹھویں نے کہا کہ خدا یا ہماری حاجت تو تجھ کو معلوم ہی ہے۔ وہ صرف تیری طرف دیکھنا ہے۔ نویں نے کہا الہی بندہ اپنے آقا پر کچھ جرأت نہیں کر سکتا مگر چونکہ ہم کو حکم دعا کا اپنے الطاف سے کیا ہے اس لئے عرض کرتے ہیں کہ ہم کو وہ نور عنایت کر جس سے آسمانوں کے طبقات کے اندھیروں میں راہ ملے۔

دسویں نے کہا خدا یا تجھ سے تجھی کو چاہتے ہیں کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ۔ گیارھویں نے کہا کہ الہی جو نعمت تو نے ہم کو عنایت کی ہے اس کے پورا کرنے کی تجھ سے درخواست ہے بارھویں نے کہا تیری مخلوق میں سے تو ہمیں کسی چیز کی حاجت نہیں پس اپنے جمال کی نظر کرنے سے ہم پر احسان کر۔

تیرھویں نے کہا میری تو یہ درخواست ہے کہ دنیا و مافیہا کی طرف دیکھنے سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت میں مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر چودھویں نے کہا الہی یہ تو میں جانتا ہوں کہ تو اپنے اولیاء کو چاہتا ہے تو ہم پر اتنا احسان کر اپنے سوا جتنی چیزیں ہیں ان سے ہمارے دل کو صرف اپنے ساتھ مشغول کر دے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

قرآن و سنت کا کام لفظی تراکیب یا فنی اصطلاحات مہیا کرنا نہیں بلکہ انسانی زندگی میں فکر و عمل کی ہمہ گیر اصلاح کے لئے اذہان و قلوب میں ان اساسی تصورات اور بنیادی

اعتقادات کو راسخ کرنا ہے۔ بنا بریں نفس مضمون یا تصور اگر درست اور قرآن و سنت کی تعلیمات سے ماخوذ ہو تو اصطلاح کے جدید و قدیم ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا لہذا اس امر پر بحث و تمحیص کہ عشق کی اصطلاح قرآن و سنت میں استعمال کی گئی ہے یا نہیں مطلقاً بے محل ہے اور وسعتِ نظری کے فقدان کے مترادف ہے عشق کی اصطلاح قدیم ہے یا جدید ان مباحث میں الجھے بغیر سوال یہ ہے کہ عشق کے پس منظر میں جو تصور کارفرما ہے اور عشق جن کیفیات سے عبارت ہے ان کا قرآن و سنت کی تعلیمات کے ساتھ کس حد تک تعلق ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روح عشق ہے۔ اسلامی تعلیمات کو بغور دیکھا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ ان کی روح عشق سے لبریز ہے۔ قرآن عشق کے مضمون کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرہ: ۱۶۵)

ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

اور پھر اس کی توضیح ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَتَبَيَّنَ إِلَيْهِ بَيِّنَاتٍ (المنزل: ۸)

(اے محبوب) ہر ایک سے دل کا رشتہ توڑ کر اسی کا ہو رہو۔

قرآن اور علامات عشق

ایک مقام پر عشاق کی علامات کا تذکرہ قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے

تَبَجَّافَى جُوهَهُمْ عَنِ الْمَصَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (السجدہ: ۱۶)

ان کے پہلوؤں کی خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو

خوف اور امید (کی مہلی مہلی کیفیت) سے پکارتے ہیں اور ہمارے
عطا کردہ رزق میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں
قرآن دوسری جگہ پر ان احوال کی منظر کشی اس انداز میں کرتا ہے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِمَّا رَبَّنَا مَا خَلَقَتْ
هَٰذَا إِلَّا طَائِفًا مِّنْكَ فَقَيْنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران: ۱۹۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیا زبن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر)
بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد
کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں) کار فرما اس کی
عظمت اور حُسن کے جلووں (میں) فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی
معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اُٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو
نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب)
کو تا ہیوں اور مجبور یوں سے (پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب
سے بچالے۔

ایک اور مقام پر مذکور ہے۔

وَالَّذِينَ يَسْتَوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (الفرقان: ۶۴)

ترجمہ: وہ لوگ ساری ساری رات اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ
ریزیاں کرتے اور (اس کے لطف و کرم کی امید میں) کھڑے
کھڑے گزار دیتے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دیدہ باشد از رخ آں دوست اندک جلوہ

ورنہ ازاحیائے شب شب زندہ داراں راچہ حظ
ترجمہ: انہیں دوست کے مکھڑے کی کچھ جھلکیاں نظر آتی ہوں گی ورنہ انہیں رات بھر جاگتے
رہنے کی کیا پڑی ہے۔

اسی طرح رات بھر بچھلے پہر اور سحر کے وقت جب بادِ نسیم ہر کسی کو تھپک تھپک کر سلا
رہی ہوتی ہے بغیر عشق کی جلن کے کون اٹھ کر بیٹھتا اور پلکوں پر آنسوؤں کے چراغ جلاتا ہے
قرآن کا کہنا ہے۔

وَبِالْأَشْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الذاریات: ۱۸)

ترجمہ: اور وہ سحر کے وقت (رورو کر) معافی مانگتے ہیں۔

لیکن درد و سوز اور گریہ و زاری کی یہ کیفیت اسی کو ہی معلوم ہو سکتی ہے جس نے عشق کا
مزا چکھا ہو۔

مَنْ لَمْ يَزُقْ حَزَقَ الْهَوَى لَمْ يَذَرْ مَا جُهِدَ الْبَلَاءُ

ترجمہ: جس نے سوزِ عشق کا مزا نہ چکھا ہو اسے کیا معلوم کہ محبت کی
سختیاں کیا ہوتی ہیں۔

عشاق ہمہ وقت مشتاقانِ دیدار ہوتے ہیں ان کی اس کیفیت کو قرآن مجید ایک مقام پر یوں
بیان کرتا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِینَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ بُرْءًا
وَجْهًا وَلَا تَعْدُ عَیْنُکَ عَنْهُمْ (الکھف: ۲۸)

ترجمہ: اور اپنی طبیعت ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیے جو صبح و شام
اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کے چہرے (رضا) کے طالب ہیں
ان سے اپنی نگاہ التفات ہرگز نہ ہٹائیے (کہ کہیں ان کے دل ٹوٹ
نہ جائیں)

از سر بالین من بر خیز اے ناداں طیب

درد مند عشق را، دارو بجز دیدار نیست

علامہ اقبالؒ نے کیفیات عشق سے فیض یافتہ افراد کی زندگی کے واقعات کو یوں بیان کیا

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشا ئے لب بام ابھی

مومن از عشق است و عشق از مومن است

عشق را نا ممکن ما، ممکن است

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل

عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

مرد خدا کا عمل، عشق سے صاحب فروغ

عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

عشق کے مضراب سے نغمہء تار حیات

عشق سے نور حیات، عشق سے نار حیات

می ندانی عشق و مستی از کجا است

ایں شعاع آفتاب مصطفی ﷺ است

مصطفی ﷺ بحراست و موج او بلند

خیز و ایں دریا بجوئے خویش بند

ہر کہ عشق مصطفی ﷺ سامان اوست

بحر و بر در گوشہ دامان اوست

سوزِ صدیقؑ و علیؑ از حق طلب
ذرۂ عشقِ نبی ﷺ از حق طلب

اطاعتِ رسول ﷺ کمالِ عشق کی مظہر ہے

کارگہ حیات میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے بغیر
سوزِ دروں پیدا نہیں ہوتا اور زندگی انقلابِ آشنا ہو کر بقائے دوام سے سرفراز نہیں ہوتی عشقِ
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا کمال اتباعِ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کثیراً کثیراً میں مضمر ہے۔ کمالِ اتباعِ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کثیراً کثیراً کا تقاضا اسوۂ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً میں فنا
ہو جانا ہے اس کی خاطر ضروری ہے کہ فکر و عمل اور علم و عرفان کے ہر گوشے کو درجہ کمال تک
فائز کرنے کے لئے معیار، دہلیزِ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی
دریوزہ گری قرار پائے

علامہ اقبال حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی ذاتِ ستودہ
صفات کو عشق کا محور گردانتے ہوئے یوں سخن پرداز ہوتے ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یسین وہی طہ
ذکر و فکر و علم عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی
دردِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ ﷺ است
بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دین ہم اوست

اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست
تا شعار مصطفیٰ ﷺ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت
عاشق کیلئے عمل کی اہمیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں

عاشقی محکم شواز تقلید یار
تا کمند تو شد یزداں شکار
علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جُز محبت ہیچ نیست
مرشد رومی چہ خوش فرمودہ است
آں کہ یحیم در قطرہ اش آسودہ است
غنجیہ از شا خسار مصطفیٰ ﷺ
گل شواز باد بہار مصطفیٰ ﷺ

الغرض محبوب کی رضا عاشق کا سرمایہ حیات اور اس کی خوشنودی کا حصول ہی اس کی زندگی کا حاصل ہوا کرتا ہے اور اسی کی پسند و ناپسند پر نظر رکھنا اور اس کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کے ایک اشارہ ابرو پر جان کا نذرانہ پیش کر دینا داستانِ عشق و محبت کا پہلا سبق ہوا کرتا ہے۔

یہی جذبہٴ عشق و مستی تھا کہ حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحبؒ نے اپنے رب کی رضا کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا اور عہدہ منصب، عزیز و اقارب، وطن جائیداد سب کچھ چھوڑ کر مسکنت اور فقر کی مسند پر بیٹھ کر اپنی ساری زندگی گزاری اور اس حیاتِ مستعار کی گھڑیوں کو اپنے مالک و مولیٰ کے نام کر دیا اور پھر رب کریم نے

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا

تَكْفُرُونَ (البقرة: ۱۵۲)

”تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر بجالاؤ اور میری
ناشکری نہ کرو۔“

کے وعدے کو اس طرح پورا کیا کہ آج آپ کے وصال کو ڈیڑھ صدی گزر چکی ہے مگر کوئی
دن ایسا نہیں گزرتا کہ آپ کے مزار مبارک پر سینکڑوں افراد حاضر ہو کر سلامی نہ پیش کرتے
ہوں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

آثارِ انبیاء و صالحین سے
تبرک کا حصول



قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ
سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ
تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم بِأَن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ
(البقرة: ۲۴۸)

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی سلطنت (کے من جانب
اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا اس
میں تمہارے رب کی طرف سے سکون قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آل
موسیٰ اور آل ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے اسے
فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا اگر تم ایمان والے ہو تو بے شک اس میں
تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن، تفسیر روح البیان اور دیگر تفاسیر میں یہ لکھا ہے کہ
تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر ان کے مکانات شریفہ
کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف

اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ تھا۔

بنی اسرائیل جب دشمنوں سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے تھے۔ اور پھر خدا سے دعا کرتے کہ اے خدا ہمیں اپنے مقرب اور پسندیدہ بندوں کی ان نشانیوں کا صدقہ جنگ میں کامیابی عطا فرما۔ جب وہ اس طرح دعا کرتے تو ان کے دل اس یقین سے لبریز ہوتے کہ اب ان کی دعا ضرور قبول ہوگی اور وہ دشمنوں پر فتح یاب ہونگے یہ آیت واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ انبیاء و صالحین کے تبرکات کی تعظیم کرنا اور ان کے طفیل اللہ کی بارگاہ سے دعا کرنا باعث برکت و کامیابی ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْتَمَعُوا أَنَّىٰ يَجْعَلُونَهُ فِي عِيَابَةِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (يوسف: ۱۵)

ترجمہ: پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب اس پر متفق ہو گئے کہ اسے تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دیں تب ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی: (اے یوسف! پریشان نہ ہونا ایک وقت آئے گا) کہ تم یقیناً انہیں ان کا یہ کام جنگاؤ گے اور انہیں (تمہارے بلند رتبہ کا) شعور نہیں ہوگا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص بطور تبرک ڈال دی تاکہ یہ محفوظ رہیں۔

علاوہ ازیں جن جن چیزوں کو بھی انبیاء و صالحین سے نسبت ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم لازم قرار دے دی جیسے آب زم زم حالانکہ سب پانی اللہ تعالیٰ کے ہی پیدا کردہ ہیں مگر آب زم زم کو فضیلت صرف اس لئے مل گئی کہ وہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی

ٹھوکر سے پیدا ہوا۔

مقام ابراہیم علیہ السلام ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس کی تعظیم کے لئے قرآن فرماتا ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (البقرہ: ۱۲۵)

ترجمہ: تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لو۔

تمام حاجی اس مقام پر بطور تعظیم اللہ کے حکم کے مطابق نوافل ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار مقامات پر قرآن نے تبرکات کی تعظیم کا حکم دیا ہے ارشاد گرامی ہے:

ذَلِكَ وَمَنْ يُعِظْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج: ۳۲)

ترجمہ: جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی

وجہ سے ہے۔

حدیث پاک میں صحابہ کرام کے عمل مبارک کا تذکرہ اس طرح کیا گیا:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبُطْحَاءِ الظُّهَرِ وَالْعَصْرِ رَكَعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب السترة)

ابو جحیفہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ظہر کے وقت باہر تشریف لائے اور بطحا میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے آگے نیزہ گڑھا ہوا تھا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے وضو فرمایا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے وضو کا پانی اپنے بدنوں پر

لگانے لگے۔

قوله (فأخرج لنا سهل ذلك القدر فشربنا منه قال ثم استوهبه بعد ذلك عمر بن عبد العزيز فوهبه له) یعنی القدر الذي شرب منه رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا فيه التبرك بآثار النبي صلى الله عليه وسلم وما مسه أو لبسه أو كان منه فيه سبب وهذا نحو ما أجمعوا عليه وأطبق السلف والخلف عليه من التبرك بالصلاة في مصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في الروضة الكريمة ودخول الغار الذي دخله النبي صلى الله عليه وسلم وغير ذلك ومن هذا اعطاؤه صلى الله عليه وسلم أبا طلحة شعره ليقسمه بين الناس واعطاؤه صلى الله عليه وسلم حقوه

شرح النووي على مسلم، باب إباحة النبيذ الذي لم يشتم ولم يصبر مسكرا

امام بیجی بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ اس طرح کی احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے آثار (نشانوں) سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے جس چیز کو آپ ﷺ نے چھوا ہو جس کپڑے کو پہنا ہو یا جس برتن سے کچھ پیا ہو ان سے تبرک حاصل کرنے پر تمام علماء متقدمین و متاخرین کا اجماع ہے۔

عَوْنُ بَنِي أَبِي جَحِيْفَةَ أَنَّ أَبَاهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي قُبَّةِ حَمْرَاءٍ مِنْ أَدَمَ وَرَأَيْتُ بِلَا لَأُخْرِجَ وَضُوءًا فَرَأَيْتُ النَّاسَ يَتَنَدَّرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ

يَدِ صَاحِبِهِ

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب الثواب الاحمر)

عون بن ابی جحیفہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سرخ چمڑے کے خیمے میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ کے وضو کا بچا ہوا پانی لیا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کو لینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لینے لگے۔ جس نے اس سے کچھ پالیا اس نے اس پانی کو اپنے بدن پر مل لیا اور جس نے اس سے کچھ نہ پایا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے لے لیا۔

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ - وَقَبْضُ إِسْرَائِيلَ ثَلَاثُ أَصَابِعٍ مِنْ قُضَّةٍ - فِيهِ شَعْرٌ مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مَخْضَبَهُ، فَاطْلَعْتُ فِي الْجُلُجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعْرَاتٍ حُمْرًا

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موهب نے کہا میرے گھر والوں نے مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ زوجہ محترمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا پیالہ دیکر بھیجا (تین بار) وہ پیالہ چاندی کا تھا اس میں نبی اکرم ﷺ کے بال شریف تھے۔ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی طرف برتن بھیجتا۔ عثمان نے کہا میں نے اس کو دیکھا تو چند بال سرخ

رنگ کے تھے۔ لوگ پانی میں حضور ﷺ کے بال مبارک ڈبو کر لے جاتے اور پھر اس پانی کو برکت کے لئے استعمال کرتے جس سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتا۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا قِيَّ يَدِرْ جُلْ.

مسلم شریف، باب قُرْبِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّاسِ وَتَبَرُّكِهِمْ بِهِ۔ حدیث 6188

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا ہے اور صحابہ آپ ﷺ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کا جو بال مبارک بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرے

علامہ بدر الدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے نبی کریم ﷺ کا بال مبارک بطور تبرک اپنی ٹوپی میں رکھا ہوتا تھا اور جہاد میں وہی ٹوپی پہن کر جاتے تھے جہاد میں جو فتح ملتی تھی تو وہ اس فتح کی وجہ آپ ﷺ کے بال مبارک کو ہی سمجھتے تھے۔

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ، قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ نَعْلَيْنِ جَزْدَاوَيْنِ لهما قَبْلَانِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتُ الْبُنَاتِيِّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحيح بخاری حدیث 2940، باب ما ذکر من درع النبی

حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ نے انہیں دو پرانے جوتے دکھائے جن میں سے ہر ایک میں دو دو تسمے

تھے ثابت البنانی نے حضرت انسؓ کے بعد بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارک تھے۔

مندرجہ بالا تمام احادیث و آثار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے منسوب ہر چیز کا ادب و احترام اور اس سے برکت حاصل کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے سچے غلاموں اور اولیاء صوفیاء سے منسوب اشیاء کا ادب و احترام باعث برکت و سعادت ٹھہرتا ہے۔ اس وجہ سے حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان چشتی صابری نے اپنے مرشد گرامی کے تبرکات کو مولوی صاحب کے حوالے کرنا برداشت نہ کیا اولیاء و صوفیاء کا اپنے خلفاء کو جبہ و دستار اور اپنی خاص استعمال کی اشیاء عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کے مطابق انبیاء کرام بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی سنت اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہے۔

بیعت کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت



اسلام میں خلافت اور امامت یعنی ملکی، مذہبی اور روحانی پیشوائی نہایت لازمی امر ہے کسی ہادی و مرشد، رہبر اور رہنما کے بغیر نہ کوئی ادارہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی اجتماعی زندگی چل سکتی ہے غرضیکہ ایک مردِ کامل کا وجود زندگی کے ہر شعبے میں مثل مرکز ہوتا ہے جس پر اس شعبے کا دائرہ کار رواں ہوتا ہے زندگی کے تمام اجتماعی کاموں میں رہبر رہنما اور پیشوا کا وجود مسلمانوں کے لئے ایمان، ايقان اور عرفان کا باعث ہے۔ ہدایت کے لیے کامل رہنما کا وسیلہ اور واسطہ اس طرح ضروری ہے جس طرح تسبیح کے دانوں کو ایک لڑی میں پرونے کے لیے ایک تار اور دھاگے کا وجود لازمی ہوتا ہے۔ نماز باجماعت پڑھنے کی اس لیے تاکید ہے کہ اس میں مقتدیوں کا امام کے حکم اور اشاروں پر عمل کرنے سے حکم خداوندی پر کمالاً عمل ہو جاتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران: ۱۰۳)

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام ہو اور تفرقہ مت ڈالو۔

قیامت کے روز ہر قوم، ہر گروہ اور ہر امت اپنے ایک پیشوا اور امام کے پیچھے چلے گی اور پیش ہوگی۔

يَوْمَ نَذَعُ كُلَّ آئِاسٍ يَأْتِيهِمْ (بنی اسرائیل: ۷۱)

جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ یعنی اس روز ہر گروہ ایک امام کے ہمراہ آئیگا۔ نیک اور برگزیدہ بندوں کی تعظیم و تکریم چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ کی وجہ سے کی جاتی ہے اس لیے یہ تعظیم بعینہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو کر رہتی ہے البتہ دنیا داروں اور زرداروں کی محض دنیاوی لالچ اور طمع کی غرض سے تعظیم و تکریم کرنا مکروہ، معیوب اور حرام ہے۔ لہذا انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی صحبت سوسال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں راہبر کا دامن ضرور پکڑ لے کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں مرشد حقیقی اور راہبر کامل کے وسیلہ کے بغیر اس راہ میں چلنا محال ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وسیلے سے مراد نیک عمل ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا خطاب ایمانداروں سے ہے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ اور ریاضت کرو اس کے علاوہ اس کی طرف وسیلہ پکڑو، تو معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ ایمان، پرہیزگاری اور مجاہدے کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس کا خاص طور پر اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور اسے ایمان اور تقویٰ وغیرہ پر عطف کرتے ہیں۔ اس طرح صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد نہ ایمان نہ علم نہ تقویٰ اور نہ مجاہدہ ہے بلکہ اس سے مراد مرشد اور شیخ کامل رفیق و راہبر راہ مولیٰ ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ ایمان لانا ۲۔ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنا ۳۔ وسیلہ پکڑنا ۴۔ مجاہدہ کرنا

جس طرح ہر ادارے میں داخلہ کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے اور مقاصد و شرائط ہوتے ہیں اسی طرح بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہونے کے لیے ایک خاص طریقہ ہے جس کو بیعت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بیعت کا لفظ بیع سے ہے جس کا معنی ہے بیچنا لغوی اعتبار سے بیعت کا معنی ہوگا اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کرنا۔ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا۔ جس طرح خرید و فروخت ایک معاہدہ ہوتا ہے اسی طرح بیعت بھی ایک عہد ہے جو اپنے مرشد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس میں طالب اپنے آپ کو رضائے الہی کے لیے ولی کامل کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ وہ اس کی نفسیات کو مد نظر رکھ کر اس کے نفس میں موجود تمام رذائل اور مذموم عادات کو غیر ضروری جڑی بوٹیوں کی طرح ختم کر دے اور مجاہدہ و ریاضت کی مشق کے ذریعے اس میں وہ استقامت اور ثابت قدمی پیدا کر دے جو راہِ حق پر چلنے کے لیے از حد ضروری ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ
(الفتح: ۱۰)

(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے بیعتِ اسلام و بیعتِ جہاد کے علاوہ دین پر استقامت کی بیعت بارہا کی ہے۔ جس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے یہاں پر صرف دو احادیث شریف بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں:

حضرت ولید بن عبادہ کا بیان ہے کہ

عَنْ عِبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ قَالَ بَايَعَنَا رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَشْطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلَى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلَى أَنْ لَا نَتَنَازَعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَعَلَى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا ئِمْ.

رواہ البخاری فی الصحیح عن اسمعیل بن أبی اویس عن مالک السنن الکبری للبیہقی

حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے خواہ خوشی کی ہو یا غمی کی اور حاکم سے حکومت کے لیے نہیں لڑیں گے اور حق پر قائم رہیں گے اور حق بات کہیں گے خواہ کسی بھی جگہ پر ہوں اور اللہ کے معاملہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے

دوسری حدیث شریف میں روایت کیا گیا

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- سَبْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ تِسْعَةً فَقَالَ «أَلَا تَبَايَعُونَ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-». وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ قُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا فَبَايَعَنَا فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلَامَ تَبَايَعُكَ قَالَ «أَنْ تَغْبِذُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَتَصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوا وَتَطِيعُوا

صحیح مسلم، باب کراہیۃ المسئلۃ للناس، جز ۳ ص ۹

سنن أبی داؤد باب کراہیۃ المسئلۃ جز ۲ ص ۴۱

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً کی خدمت میں حاضر تھے سات، آٹھ یا نو مرتبہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے فرمایا کیا تم بیعت نہیں کرتے ہم نے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کی کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں آپ نے فرمایا کہ ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو احکام سنو اور مانو۔

ان دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ نہ بیعت اسلام ہے اور نہ بیعت جہاد ہے بلکہ جو حدیث شریف کے الفاظ ہیں ان سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً نے صحبت یافتہ صحابہ کرام کے عمل کو زیادہ سے زیادہ بہتر سے بہتر فرمانے کے لیے ایسا کیا ہے اس لیے کہ اعمال کو زیادہ سے زیادہ اچھا کرنے اور سنوارنے کے لیے اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ تمام صاحب بصیرت افراد میں خلفائے راشدین افضل اور قابل اطاعت ہیں اسلئے ان کی پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً کی ہی پیروی و اطاعت ہے۔ اس سے یہ بھی اصول ملتا ہے کہ دین و حکمت وہ بتلائے جو دین سیکھا ہو اور وہ مقرر کردہ ہو کیونکہ مقرر کرنے والا جب قابل سمجھتا ہے تب ہی مقرر کرتا ہے اس لیے جب مقرر کردہ ہوگا تو اس کی تعلیم و تربیت صحیح ہوگی اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً نے آیت نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام کو مقرر فرمایا ہے لہذا جس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً کو راضی کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کثیراً کثیراً کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اس کو جاری رکھا اور آج تک صوفیاء

کرام اور اولیاء اللہ کے ذریعے یہ سنت زندہ اور جاری و ساری ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی محبت کے لیے اور احکام دین اور منازل راہ طریقت سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے یہ سلسلہ بیعت جاری کیا گیا۔ جب تم یہ سب چیزیں حاصل کر لو گے تو صاحب بصیرت بن جاؤ گے۔ اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے اور دوسروں کو سکھانے کے قابل بن جاؤ گے۔ بیعت رضوان، بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ واضح طور پر بیعت کے شرعی جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

طریقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

سب کو معلوم ہے کہ خلفائے راشدین کا طریقہ کار یہی رہا ہے کہ اُن عظیم ہستیوں نے عمل بیعت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسی طریقہ کے مطابق ایک دوسرے کی بیعت کرتے ہوئے خلیفہ بنتے رہے اور ان ہی معتبر ترین ہستیوں کے ذریعہ بیعت طریقت جاری ہوئی جس سے مختلف سلاسل طریقت وجود میں آئے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیعت و خلافت کا طریقہ جاری ہوا

یہ بات پوری ملت اسلامیہ جانتی ہے کہ پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دی اور صحابہ کرام سے بارہا بیعت لی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے حکم سے خلیفہ بنے اس لیے مقرر کردہ جماعت نے بھی اپنے خلفاء بنائے جن کا فیض مختلف سلاسل طریقت کے ذریعے جاری و ساری رہا۔ جیسا کہ اس حدیث شریف سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے،

عَنِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ « كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ ». قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ « فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ

سَأَلْتُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ

صحیح بخاری، حدیث 3268 باب ما ذکر عن بنی اسرائیل

صحیح مسلم حدیث 4879 باب الوفاء ببیعة الخلفاء

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:
بنی اسرائیل کے انبیاء لوگوں پر حکمرانی کرتے تھے ایک کے بعد
دوسرا نبی ان کا خلیفہ ہوتا تھا لیکن یاد رکھو کہ میرے بعد ہرگز کوئی نبی
نہیں آئے گا ہاں عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے
لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً
کثیراً ہمیں ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ یکے بعد دیگرے
ہر ایک سے بیعت کرتے رہنا۔ (بخاری شریف ج ۲)

سلاسل طریقت اور خلفائے نظام تبلیغ میں بیعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے قرآن مجید
میں بیعت کا واضح حکم تو وارد نہیں لیکن بیعت کی مختلف جگہ پر تعریف آئی ہے اگرچہ بیعت
فرض نہیں ہے سنت ہے تاہم اس سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کی اہمیت کو
قرآن مجید کے اس فرمان عالی شان کے مطابق سمجھا جاسکتا ہے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ فَوَقِّ اللَّهَ فَوْقَ أَيِّدِهِمْ
(الفتح: ۱۰)

(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کثیراً کثیراً سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے
ہیں اُن کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ
ہوتا ہے۔

دیکھے بیعت کو قرآن مجید میں کس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے نیز فرمایا

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ
(التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان کے لئے (وعدہ) جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔
بیعت کے معنی بھی بیچنے کے ہیں یعنی اسلام کے لیے اپنی جانیں وقف کر دینا۔ ایک اور آیت میں بیعت کی یوں تاکید وارد ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ (المائدہ: ۳۵)
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک
تقرب اور رسائی کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم
فلاح پا جاؤ۔

نیز فرمایا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ
وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ
مَحْذُومًا (بنی اسرائیل: ۵۷)

یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں (یعنی ملائکہ، جنات، عیسیٰ اور عزیر
علیہا السلام وغیرہم کے بت اور تصویریں بنا کر انہیں پوجتے ہیں) وہ
(تو خود ہی) اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں
سے (بارگاہِ الہی میں) زیادہ مقرب کون ہے اور (وہ خود) اس کی

رحمت کے امیدوار ہیں اور (وہ خود ہی) اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، (اب تم ہی بتاؤ کہ وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو خود معبودِ برحق کے سامنے جھک رہے ہیں)، بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

مفسرین و اکابرین امت کے نزدیک وسیلہ سے مراد توسل ہے شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے وسیلہ کے یہی معنی لئے ہیں۔ اسلئے بعض حضرات نے بیعت کو واجب کہا ہے اور گروہ کثیر کے نزدیک بیعت سنت ہے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے زمانے سے لیکر اس وقت تک متواتر اور متواتر چلی آرہی ہے۔

اقسام بیعت

بیعت کی کئی اقسام ہیں۔ بیعت اسلام، بیعت خدمت، بیعت ہجرت، بیعت جہادِ تقویٰ، بیعت تمسک بالسنہ بیعت زیادتی شوق و طریقت اور بیعت انقلاب۔ وہ امور جو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے تعلق رکھتے ہیں اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں بیعت طریقت میں شامل ہیں جس کا ہمیشہ سے رواج چلا آ رہا ہے لیکن جب سلاطین بنی امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں لوگ اکابرین اسلام کے ہاتھوں پر بیعت طریقت کرتے تھے تو سلاطین ان سے حسد کرتے ہوئے اکابرین کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانے لگے طریقت کا کام خفیہ ہونے لگا پہلی صدی میں تصوف کے مروج نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سلاطین کے شکوہ و شکایت سے محفوظ رہنے کی خاطر اس چیز کو زیادہ شہرت نہ ہو سکی۔

قبر سے بیعت کی حقیقت

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ فَوَقِّ أَيَّدِيهِمْ
(الفتح: ۱۰)

(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اس آیت میں واضح طور پر یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ بیعت کسی پیکر محسوس کے ہاتھوں پر ہی ممکن ہو سکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام اور اکابر اولیاء و صوفیاء کی ساری زندگی کا عمل اس بات کا گواہ ہے کہ بیعت کسی خلیفہ یا ولی کامل کے دست مبارک پر ہی ہوتی رہی کسی نے بھی کسی قبر پر بیٹھ کر صاحب مزار کی بیعت نہ کی۔

انبیاء اور اولیاء کی قبور پر حاضر ہو کر ان سے اکتساب فیض و رہنمائی حاصل کرنا کشف قبور کے مرتبہ کا حامل ہونا تو ثابت ہے مگر قبر کی بیعت کسی بھی سلسلے میں ثابت نہیں اگر قبر کی بیعت کرنا درست ہوتا تو سب سے پہلے تابعین کرام اور جو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے مزار مقدس پر حاضر ہوتا وہ آقائے نامدار رحمت و دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی قبر انور کی بیعت کرتا یا ہر سلسلے سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے بانی سلسلہ اور اکابر اولیاء کی قبور پر جا کر بیعت کرتے۔ اور اسی طرح کسی بھی خلافت اور سلسلہ ولایت کو کسی راہبر اور رہنما کی ضرورت نہ رہتی۔

خواجہ امیر خورد کرمانی سیر الاولیاء میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر شیخ شیوخ العلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

کے ایک صاحبزادے نے جو سب صاحبزادوں سے بڑے تھے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکیؒ کی قبر کی پابنتی جا کر بیعت کی اور سرمند وایا جب اس کی اطلاع شیخ الشیوخ العالم شیخ کبیر کو ملی تو آپ نے فرمایا ویسے تو شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز ہمارے خواجہ اور مخدوم ہیں لیکن اس طرح بیعت درست نہیں ہے بیعت وہ ہے جو کسی زندہ پیر کے ہاتھوں پر ہاتھ دینا چاہیے (سیر الاولیاء صفحہ نمبر ۵۱۳) شائع کردہ اردو سائنس بورڈ لاہور۔

مشائخ کی ان واضح تعلیمات کے باوجود اگر کوئی شخص بیعت کے لئے کسی بھی ہستی کی قبر پر بیعت کو درست قرار دیتا ہے تو سلسلہء عالیہ چشتیہ اور بابا جی گنج شکرؒ کے نزدیک گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

وَمَنْ يَعْتَصُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ يَقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ
(الزخرف: ۳۶)

اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرے (یعنی تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سورۃ نساء میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (النساء: ۳۸)

اور جس کا ساتھی شیطان ہوا (کچھ شک نہیں کہ) وہ برا ساتھی ہے۔

سورت فصلت میں ارشاد باری ہے۔

وَقَيِّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
(الفصلت: ۲۵)

اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انہوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال ان کو عمدہ کر کے دکھائے تھے۔

من لا شیخ له لا دین له ومن لا دین له لا عرفان له لا حزب له لا انس له

لامولیٰ لہ (اسرارِ حقیقی حصہ اول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ) ترجمہ: بے مرشد بے دین ہوتا ہے اور بے دین معرفتِ الہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور جو معرفتِ الہی سے کورا ہوا اس کا کسی صحیح جماعت سے تعلق نہیں ہوتا اس کا کوئی منوس و غمخوار نہیں ہوتا اور جس کا کوئی منوس و غمخوار نہ ہو اس کا دوست یا رنہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر انے ارشاد فرمایا:

قوله عليه الصلاة والسلام فضل العالم على العباد
كفضلي على أدناكم ويؤيده حديث علماء أمتي كأنبياء

بنی اسرائیل

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح۔ باب حرم المدینة

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیر اکفرمان ہے
عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں
سے عام لوگوں پر اس حدیث کی تائید آپ کی یہ حدیث کرتی
ہے۔ میری امت کے علماء (تبلغ میں) بنی اسرائیل کے انبیاء کی
طرح ہیں

کشف الخفاء ۳-۸۳، الدر المنثور فی الاحادیث المشہرة ۱۱۳

نیز ارشاد فرمایا ”الشیخ فی قومہ کالنبی بی امتہ“ مرشد اپنی قوم (مریدوں)

میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں (فردوسِ الاخیار ازام دلیلی)

من لاشیخ لہ فشیخہ ابلیس ترجمہ: جس کا کوئی ہادی و مرشد نہ ہو اس

کا پیر شیطان العین ہے۔

ان تمام احادیث و آثار و اقوال سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ رہبری و رہنمائی کیلئے انسانوں میں سے شخصیاتِ معتبرہ کو اللہ نے چنا اور منتخب کیا جنہوں نے مخلوقِ خدا کی ہدایت اور راہبری کا فریضہ سرانجام دیا وہ عظیم المرتبت ہستیاں آدم علیہ السلام سے لیکر

نبی آخر الزماں سید عالم جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تک انبیاء کی صورت میں جلوہ گر رہیں اور پھر آپ کی ظاہری حیات مبارکہ کے بعد علماء حق اور صالحین و صوفیاء عظام، سالکوں کیلئے اپنے رب سے ملنے کا باعث بنتے رہے۔

مرشد کس کو بنایا جائے

جس طرح طالب مولیٰ کو راستے میں مرشد کامل کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ اسے جانچ پڑتال اور حق و باطل کے درمیان تمیز کی ضرورت ہے کیونکہ گندم نما جو فروش، آدم صورت دیوسیرت جھوٹے لباسی ریاکار دوکاندار نام نہاد مشائخ دنیا میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں طالب کو تاریکی میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہونا چاہیے ورنہ کبھی سانپ کو لکڑی سمجھ کر ہاتھ لگائے گا اور ہلاک ہو جائیگا۔ خدا کے خالص کامل بندے دنیا میں مثل عنقا بہت کم یاب ہیں اور جھوٹے دوکاندار، مکار، ریاکار شکاری بے شمار ہیں جو دام تزویر پھیلانے کا مرغانِ سادہ لوح کا شکار کرتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے است

پس بہر دستے نباید داد دست

اے طالب (بہت سے ابلیس آدمی کی شکل میں پھرتے ہیں لہذا ہر ایک ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آج اس دور میں موتی اور پتھر کی قدر و منزلت یکساں ہے بادِ سموم کا جھونکا اور دمِ عیسیٰ برابر ہے جب اہل عالم کی قوتِ شامہ خوشبو اور بدبو میں امتیاز نہیں کر سکتی تو گائے کا گو براور عنبر سب برابر ہیں۔

لہذا دین کے راستے پر چلنے کے لیے بہت زیادہ محتاط ہو کر چلنا پڑتا ہے کیونکہ سالک جو نبی پہلا قدم اٹھاتا ہے شیطان اور نفس کے حملے لگا تار شروع ہو جاتے ہیں لہذا شیخ کامل کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں جن کو مد نظر رکھ کر ہم اپنا مرشد و ہادی منتخب کر سکتے

ہیں لیکن جب کسی کا انتخاب ہو جائے تو پھر صدق دل سے اس کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے کیونکہ مرید اپنے مرشد کے ساتھ یوں متعلق ہوتا ہے جیسے مردہ غسل کے ہاتھ میں ہوتا ہے جس طرح مردہ کچھ خواہشات نہیں کرتا اسی طرح مرید صادق بھی اپنی تمام خواہشات ترک کر کے اپنے مرشد کے حوالے کر دیتا ہے۔

مرشد کامل کے اوصاف

حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ
ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
(لقمان: ۱۵)

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا، اور (عقیدہ و امورِ آخرت میں) اس شخص کی پیروی کرنا جس نے میری طرف توبہ و اطاعت کا سلوک اختیار کیا۔ پھر میری ہی طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کر دوں گا جو تم کرتے رہے تھے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا
(الدھر: ۲۴)

ترجمہ: سو آپ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر (جاری) رکھیں اور ان میں سے کسی کا ذب و گنہگار یا کافر و ناشکر گزار کی بات پر کان نہ دھریں۔

ایک اور آیت میں یوں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَطْعَمْنَ مِنْ أَغْفَلَتَا قَلْبِهِ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ
فُرْطًا (الکھف: ۲۸)

ترجمہ: اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

ان آیات کی روشنی میں اکابر مشائخ نے شیخ طریقت کے لیے یہ اوصاف بیان کئے ہیں۔ (۱) شریعت کا پابند ہو۔ (۲) تقویٰ کا پیکر ہو۔ (۳) روحانی بصیرت اور بلوغت کا حامل ہو۔ (۴) نفسانی خواہشات کا اتباع کرنے والا نہ ہو۔ (۵) اللہ کا ہو چکا ہو اور فنا فی اللہ کے مقام پر فائز ہو۔ (۶) صاحب نسبت ہو یعنی جس کا سلسلہ طریقت صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تک جا پہنچا ہو اور رشد و ہدایت کی اجازت حاصل کر کے خلافت حاصل کر چکا ہو۔ (۷) سراجاً منیراً کا مجسمہ ہو۔ یعنی شیخ کی نسبت متعدی ہو وہ خود بھی روشن ہو اور اس کے اندر دوسروں کو فیض پہنچانے کی استعداد بھی ہو۔ لازمی نسبت والا اپنی ذات میں تو اچھا ہوتا ہے لیکن دوسروں کو اپنے سانچے میں نہیں ڈھال سکتا۔ اس لیے ارادت کے قابل نہیں ہوتا۔ جو لوگ مندرجہ بالا اوصاف سے متصف نہیں خواہ وہ کتنے بڑے گھرانوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور کتنے بڑے بزرگوں کی اولاد ہوں یا وہ کتنی بڑی ہستی کی درگاہ کے متولی یا سجادہ نشین ہوں قابل اتباع نہیں ٹھہرتے اور نہ ہی انہیں مرشد و ہادی گردانہ جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہماری ہدایت کے لئے دو

ٹوک الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے:

أَجْعَلْنَاهُ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (التوبہ: ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے آباد
کرنے کو اس شخص کے برابر کر لیا ہے جو اللہ پر اور روز قیامت پر
ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک یہ
(دونوں) برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

قرآن مجید کی ان آیات کے نزول کی وجہ یہ تھی کہ میدان بدر میں جب
(حضرت) عباس قیدی ہوئے تو کسی نے اُن کے اسلام قبول نہ کرنے پر ملامت کی۔ انہوں
نے کہا کہ اگر تمہیں اسلام لانے اور جہاد کرنے کا فخر ہے تو ہم بھی تم سے کم نہیں۔ مسجد حرام کی
آبادی، کعبہ کی خدمت گزاری اور حجاج کو پانی پلانے کی عزت ہمیں ہی حاصل ہے۔
اسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ اعمال اُن لوگوں کے اعمال کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو سچے دل
سے ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کثیراً کثیراً کے دین کی سربلندی کے لئے عملاً میدان جہاد میں حصہ لیا۔

اس آیت مبارکہ میں کفار و مشرکین کو مساجد کی متولیت اور انتظام سنبھالنے سے روکا
گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں مسجد حرام ہو یا دیگر مقامات مقدسہ اُن کی خدمت کا
کچھ فائدہ حاصل نہیں اگر وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً
کثیراً پر ایمان اور دین اسلام کی تعلیمات کی پیروی کرنے والے نہیں بنتے اس آیت
مبارکہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ مسجد حرام، مساجد یا دیگر مقامات مقدسہ کا متولی اور
منتظم اور سجادہ نشین اسی شخص کو ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین محکم رکھتے

ہوئے عملی اعتبار سے نماز روزہ حج زکوٰۃ اور تعلیمات اسلامیہ کا پابند ہو اور اس کے کردار کی بلندی کا یہ عالم ہو کہ وہ دین کے معاملہ میں نہ تو کسی سے خوفزدہ ہو اور نہ ہی رضائے الہی کے سوا کسی اور کی خوشنودی کا طالب ہو اور وہ اخلاص و تقویٰ کا پیکر ہو۔

جب محض کعبہ کی مجاوری اور حاجیوں کی خدمت گزاری باعث فضیلت اور ذریعہ نجات نہیں بن سکتی تو کسی اور مقام کی مجاوری، سجادہ نشینی اور متولیت وجہ فضیلت اور باعث مقام و مرتبہ کس طرح ہو سکتی ہے.....؟

اللہ کے نزدیک باعث فضیلت اور اعزاز و اکرام کے رتبے تو ایمان والوں، نفس اور مال کے ساتھ جہاد کرنے والوں اور کفر سے اسلام کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لئے ہیں اس بات کو قرآن یوں واضح فرماتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ
(التوبہ: ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اللہ کے نزدیک (اُن کا) درجہ سب سے بڑا ہے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں

ایسا کوئی شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اُس کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں پیشوائے شریعت و طریقت بنایا جائے۔ جو خود نفس پرست، دنیا دار اور اللہ کی رضا اور خوشنودی سے غافل زندگی بسر کرنے والا ہو۔ اللہ کے قرب کا باعث تو وہ شخص ہوگا کہ جس کو دیکھ کر خدا کی یاد تازہ ہو جائے۔

آدابِ مجلسِ شیخِ کامل

- ۱۔ مرید، شیخِ کامل کے سامنے بالکل خاموش بیٹھا رہے اور ان کے روبرو کوئی اچھی بات بھی نہ کہے جب تک وہ شیخ سے اجازت طلب نہ کر لے شیخ کی بارگاہ میں مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھا خدا کی طرف سے رزق کا انتظار کرتا ہے اس طرح اس کی عقیدت مندی اور طلب حق کا مقام مستحکم ہوتا ہے۔
- ۲۔ شیخ کی مجلس میں باادب ہو کر بیٹھے اور توجہ اپنے دل کی طرف رکھے اس کے علاوہ صحبت کے دوران وظائف و اوراد نہ پڑھے اور نہ ہی تسبیح چلائے۔
- ۳۔ شیخ مجلس میں جو احکام بیان فرمائے اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔
- ۴۔ بیعت شیخ کے ہاتھ پر اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے لہذا شیخ کی صحبت کو بھی رضائے الہی کا ذریعہ سمجھے۔
- ۵۔ اپنے شیخ کو باقی تمام شیوخ سے افضل جانے اور یہ تصور کرے کہ مجھے فیض یہیں سے ملے گا دوسرے اولیاء و مشائخ کا ادب ضرور کرے۔

آدابِ مریدی

تصوف میں ادب کی بہت اہمیت ہے۔ التصوف کلمۃ ادب ترجمہ: تصوف ادب کا نام ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب

یہ ادب محروم ماند از فضل مرب

شیخ حق تعالیٰ کے اسم ”ہادی“ کا مظہر ہوتا ہے اس لئے شیخ کے ساتھ ہر صورت میں ادب ملحوظ رکھے۔ مرید کا کوئی اپنا ارادہ اور اختیار باقی نہ رہے بلکہ وہ اپنی ذات اور مال میں بھی شیخ کے مشورہ اور حکم کے بغیر تصرف نہ کرے۔ لہذا طالب حقیقت کا فرض ہے کہ شیخ

کے ساتھ باادب رہ کر اپنے ظاہر و باطن کی اچھی طرح تعمیر کرے۔ جب شیخ کی صحبت میں بیٹھنا چاہے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ شیخ اس کی اصلاح و تلقین کا ذمہ دار ہے اور دوسرے آدمی کے مقابلے میں اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ مرید اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں کی ہدایات اور رجحانات کا خیال رکھے اور اس کے اخلاق اور علم و بردباری پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی معمولی حرکات پر شیخ کی ناپسندیدگی کو نظر انداز نہ کرے۔ مرید اپنے روحانی واقعات اور کشف پر شیخ سے رجوع کئے بغیر اعتماد نہ کرے کیونکہ شیخ کا علم اس سے زیادہ وسیع ہے اور اس کا دروازہ خدا کی طرف زیادہ کشادہ ہے۔ مولانا رومؒ کی مشہور زمانہ مثنوی شریف سے مرید اور مرشد کے حوالے اشعار پیش خدمت ہیں جن میں آپ نے نفیس انداز میں بیعت کی غرض و غایت اور پیری مریدی کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے۔

مریدی چیست توبہ از گناہاں
 شدن تقصیر ہارا عذر خواہاں
 مریدی عقد توبہ بستن آمد
 ز اخلاق زمیمہ رستن آمد
 جو دین بے توبہ در نقصان و شین است
 مریدی عین نقص و فرض عین است
 مریدی بیعت از عہد رسول ﷺ است
 نہ بد عتہائے جہاں فضول است
 شد استغفار و توبہ فرض ایں راہ
 بحکم آیۃ توبوا الی اللہ
 جمیعاً گفت در آیۃ کریمہ
 کہ ہر کس راست توبہ از جریمہ

وگر کس ظن برد کیں فرض جازم
 براستحقاق برمن نیت لازم
 برد لازم تراست ایں کار کردن
 وز ان طن بد استغفار کردن
 نبی هر روز استغفار کردے
 بسبعین مرتبش تکرار کردے
 وجوب توبہ چوں برخاص وعام ست
 تقاد تھا بمقدار حکام ست
 ندانی توبہ از خود کردن اے یار
 برد خود را بمیر و بسیار
 گرفتن توبہ از هر کس سزانیست
 نقود ناسره جز غم فرانیست
 جوانا چند خواهی بود بے پیر
 کہ آفتہاد رایمان و تاخیر
 چو پیرت نیست پیر تست ابلیس
 کہ هر چند شیطان کرده دانی
 نباید خور و لذ و آب طعمی
 بسک تربعت پیرے بدست آر
 بود بے پیر مردن مرگ مردار
 وسیلہ خود بر نص و ایغوا خواں
 سراپائی وجود ماگناه است

مریدی ہر گناہے را پناہ است
مریدی شد حصار دین و ایماں
غم ایماں خورد مرد مسلماں

مندرجہ بالا اشعار کا ترجمہ: مریدی اپنے گناہوں سے توبہ کا نام ہے اور اپنی کوتاہیوں کی عذرخواہی کرنا ہے مریدی ایک معاملہ ہے توبہ کرنے اور بری باتوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا چونکہ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق رہتا ہے لہذا مریدی بے حد ضروری ہے اور ہر شخص پر لازم ہے۔ مریدی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر کثیر ا کے ساتھ ایک عہد و پیمان کی بیعت ہے نہ کہ ان جاہلوں اور فضول قسم کے لوگوں کی تراشی ہوئی باتیں۔ اس راستے میں توبہ و استغفار فرض ہے کہ توبہ والی اللہ کا حکم ہے۔ اس آیت میں جمیعاً بھی فرمایا گیا ہے اس لیے ہر شخص پر گناہوں سے توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی یوں اٹکلیں دوڑائے کہ یہ فرض یقینی میرے اوپر لازم نہیں ہے۔ تو اس پر سب سے زیادہ یہ کام ضروری ہے اور اس گمان سے توبہ و استغفار کرنا بھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً روزانہ استغفار کرتے اور دن میں ستر مرتبہ اس کی تکرار فرماتے۔ توبہ کا وجوب تو ہر خاص و عام پر ہے تو اپنے نفس کو کسی صاحبِ توبہ کے سپرد کر دے۔ اور توبہ کرنا ہر شخص کے ہاتھ پر زیبا نہیں ہے کھوٹے سکے سوائے غم بڑھانے کے کسی کے کام نہیں آتے۔ اے جوان تو کب تک چاہے گا کہ بغیر پیر کے رہے اس لیے کہ مہلت دینے اور ٹالتے رہنے میں مصیبت ہی مصیبت ہے۔ اگر تیرا کوئی پیر نہیں ہے تو شیطان تیرا پیر ہے۔ جو دین کے راستوں میں دھوکے اور چالوں سے ڈاکہ ڈالتا ہے۔

شیطان نے اگرچہ تیرے لئے جال لگا دیے ہیں لیکن تو اس کے دانہ اور پانی میں ذرا برابر نہ لے اور بہت جلد کسی پیر کا ہاتھ پکڑ لے بغیر پیر کے مرجانا مردار موت کے مانند

ہے۔

اپنا وسیلہ وابتغوا کے تحت تلاش کر اور جاننے والے سے پوچھ اور فاسئلو آیت کو پڑھ۔ ہمارا سرتاپا وجود گناہ ہے اور مرید ہو جانا ہر گناہ کے لیے پناہ گاہ ہے۔ مریدی دین و ایمان کی چار دیواری ہے۔ اور مسلمان مرد کو اپنے دین کی فکر رہتی ہے۔

کرامت کا مفہوم



وہ امور جو خوارقِ عادات میں سے ہیں جن کی کوئی عقلی توجیہ ناممکن ہوتی ہے
ایسے امور کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ معجزہ، ۲۔ کرامت، ۳۔ استدراج

معجزہ:

وہ ماورائے عقل اور خارقِ عادت کام جو نبی سے سرزد ہو معجزہ کہلاتا ہے۔ جس کا مقصد نبوت کی صداقت ہوتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ اپنا فعل اس نبی کے ذریعے انسان کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ وہ راہِ ہدایت کی طرف مائل ہو۔

کرامت:

وہ مافوق الطبیعات جو ولی اللہ سے سرزد ہو کرامت کہلاتا ہے جس کا مقصد اللہ کی توحید کی دلیل فراہم کرنا ہے اور لوگوں کو دین اسلام کی حقانیت اور اولیاء اللہ کے مراتب کا شعور عطا کرنا ہوتا ہے۔

استدراج:

ہر وہ خرقِ عادات اور ماورائے عقل کام جو کسی مداری۔ یا جادوگر سے سرزد

ہوتا ہے استدراج کہلاتا ہے۔ اس میں جادو گراپے منتر کے ذریعے دوسروں کو مسحور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کا مقصد دوسروں پر اپنی بڑائی جتلا نا مقصود ہوتا ہے یا پھر اپنے فن کا اظہار مقصود ہوتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل نہیں ہوتی۔

اگر تاریخ تصوف کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو دو گروہ سامنے آتے ہیں ایک وہ جنہوں نے راہ حق پر استقامت اختیار کی اور خوارق عادات امور کے اظہار میں تامل کیا دوسرے وہ اولیاء اللہ جنہوں نے اپنی کرامات کا اظہار کیا۔ مشائخ عظام اور عابد زاہد علماء نے فریضہ علم کو نہایت محنت سے ادا کیا اور تحصیل علم کے بعد انہوں نے اپنے تبلیغی فرائض کو توفیق خداوندی کی بدولت اچھی طرح انجام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی اتباع کرتے ہوئے دین کے معاملہ میں ثابت قدم رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا أَمَرْتَ وَمَنْ ثَابَرَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (ہود: ۱۱۲)

ترجمہ: پس آپ ثابت قدم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی (ثابت قدم رہے) جس نے آپ کی معیت میں (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے، اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا، بیشک تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔

اس استقامت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر علوم و فنون کے دروازے کھول دیے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ شخص استقامت کے خطاب کا مصداق بن سکتا ہے جو زبردست تجلیات و انوار الہیہ اور آثار صادقہ کا مشاہدہ کر چکا ہو اور ان دلائل کی بدولت ثابت قدم رہا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَا أَن تَبَيَّنَّاكَ (بنی اسرائیل: ۷۴)

ترجمہ: اگر ہم نے آپ کو (پہلے ہی سے عصمتِ نبوت کے ذریعہ)

ثابت قدم نہ بنایا ہوتا

اگر ان بلند مقامات پر سرفراز نہ کیا جاتا تو استقامت نہیں ہو سکتی تھی۔ حضرت علیؓ
الجز جانی ارشاد فرماتے ہیں۔ ”استقامت کے طلب گار رہو نہ کہ کرامت کے کیونکہ تمہارا
نفس تو کرامت حاصل کرنے میں مشغول ہے مگر تمہارا پرودگار تم سے استقامت کا طالب
ہے۔ قرآن مجید میں کرامات کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَتِ الْكُفْرَ يَا نَسِيجِي بَعْرُ شَيْهَاتِي قَبْلَ أَنْ تَأْتُوْنِي مُسْلِمِينَ

(النمل: ۳۸)

(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا! اے دربار والو! تم میں سے کون اس

(ملکہ) کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ

فرمانبردار ہو کر میرے پاس آجائیں۔

(تب آپ کی بارگاہ میں جن اور انس دونوں حاضر تھے) ایک جن اٹھا اس نے کہا میں آپ
کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اس کو لے آؤں گا۔ اور اس پر میں طاقت و رامین ہوں۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ولی بولا۔

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ

طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي

أَآثُرُكَ (النمل: ۴۰)

ترجمہ: پھر ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی)

کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس

کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)

پھر جب (سلیمانؑ نے) اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا
(تو) کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں
شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری۔

اسی طرح جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو محراب
میں عبادت کرتے دیکھا اور ساتھ بے موسی پھل موجود دیکھے تو حیران ہو کر پوچھا۔
قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكَ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ
يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران: ۳۷)

(حضرت زکریا علیہ السلام نے) فرمایا: اے مریم (علیہا السلام) یہ
(پھل) تیرے پاس کہاں سے آئے ہیں؟ حضرت مریم (علیہا
السلام) نے جواب دیا وہ اللہ کی طرف سے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ
جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔

ان دونوں آیات کو مد نظر رکھتے ہوئے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں۔ (۱) کرامت ولی
کا ذاتی فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اس کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے۔ (۲) یہ دل
میں کبھی خواہش نہیں ہونی چاہیے کہ میرے ہاتھوں بھی کوئی کرامت ظاہر ہو بلکہ استقامت
پر گامزن رہتے ہوئے مجاہدات و ریاضات میں اللہ تعالیٰ کا طالب رہنا چاہیے۔ یعنی
کرامت کے بجائے استقامت کا طالب رہنا چاہیے۔

۳۔ اگر کسی ولی اللہ کے ہاتھوں کرامت کا اظہار ہو تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی عطا اور فضل تصور
کرے بصورت دیگر کفرانِ نعمت لازم آئے گا۔

بعض طالبانِ حقیقت نے سابقہ بزرگوں کے حال سن رکھے ہیں کہ ان بزرگوں
کو بعض کرامات اور خلافِ عادت عجائبات کی طاقت عطا فرمائی گئی تھی اس وجہ سے ان
لوگوں کے نفوس بھی ہمیشہ انہی چیزوں کی توقع کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انہیں بھی

کرامت کا کچھ حصہ ملے۔ اور اگر کسی پر کرامت کا انکشاف نہ ہو تو وہ دل شکستہ ہو کر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے اعمال درست نہیں۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ کبھی اللہ تعالیٰ محض طالب حقیقت پر کرامت کا دروازہ اس لیے کھولتا ہے کہ خلافِ عادات قدرتی کرشموں سے اس کے یقین و ایمان میں اضافہ ہو ان سے اس کے زہد و تقویٰ کے عزم مصمم کو تقویت پہنچے۔ اور نفسانی خواہشوں کو چھوڑ دے۔

بعض حضرات محض یقین محکم کی بدولت مکاشفہ حاصل کر لیتے ہیں اور ان کے دل سے پردے ہٹا لئے جاتے ہیں انہیں خلافِ عادات کرامات کے مشاہدہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ چونکہ یہ مرتبہ یقین انہیں پہلے ہی حاصل ہو چکا ہوتا ہے لہذا مصلحت خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے لئے خلافِ عادت عجائبات کا اظہار نہ ہو بلکہ صرف ضرورت مند کے سامنے اس کا اظہار ہو۔ اہل کرامت میں خود پسندی اور تمر کا جذبہ پیدا ہونے کا اندیشہ بھی ہے اس لیے ایک سچے طالب حقیقت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے استقامت کا مطالبہ کرے کیونکہ اس کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے جیسے کسی بزرگ کا فرمان ہے!

الاستقامة فوق الكرامة

ترجمہ: استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے۔

اس کے باوجود اگر راہ میں کسی کرامت کا ظہور ہو جائے تو بہتر ورنہ اس کی پروا نہ کرے اور اس کے نمودار نہ ہونے میں کوئی نقصان نہ سمجھے اصل نقصان وہ ہے کہ جب حق استقامت کے فرائض میں خلل آئے۔ کرامت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔

وَهَؤْزِي إِلَيْكَ بِجِدِّعِ التَّحْلَةِ نُسَاقِطُ عَلَيْكَ مِنْ طَبَا جَيِّئًا
(مریم: ۲۵)

ترجمہ: کھجور کے تنے کو اپنی طرف بلاؤ وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرا دے گا۔

حالانکہ یہ تروتازہ کھجوروں کا زمانہ نہ تھا۔ اسی طرح اصحاب کہف کے قصے میں بھی کرامت کی دلیل پائی جاتی ہے انہیں عجیب و غریب واقعات پیش آئے مثلاً کتے کا ان سے کلام کرنا کرامت ہی میں سے ذوالقرنین کا قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کام کے کرنے کی قدرت دی جس کو اور لوگ نہ کر سکے۔

قرآنی دلائل میں سے وہ کرامات بھی ہیں جو انوکھی باتیں حضرت خضر علیہ السلام سے ظاہر ہوئیں مثلاً دیوار کا کھڑا کر دینا اور عجیب و غریب امور اور وہ ان باتوں کو جانتے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ تھیں یہ سب خارق عادت باتیں ہیں جن کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو خصوصیت حاصل تھی حالانکہ وہ نبی نہ تھے صرف ولی تھے۔ کرامات کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ہم چند کرامتوں کا ذکر مختصر طور پر کریں گے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت

فلنبداً بما نقل أنه ظهر عن الخلفاء الراشدين من
الكرامات ثم بما ظهر عن سائر الصحابة، أما أبو بكر
رضي الله عنه فمن كراماته أنه لما حملت جنازته إلى باب
قبر النبي صلى الله عليه وسلم ونودي السلام عليك يا
رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد انفتح وإذا
بهاتف يهتف من القبر ادخلوا الحبيب إلى الحبيب

امام فخر الدین رازیؒ نے سورۃ کہف کی تفسیر میں اصحابہ کرامؓ کی کرامتیں ذکر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب آپؓ کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے مزار مبارک کے

دروازے پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ السلام علیک یا رسول اللہ
! یہ ابوبکر دروازہ پر حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر انور کے
اندر سے آواز آئی کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے پاس داخل
کر دو۔

جامع الحدیث، باب مسند ابی بکر الصدیق جز 24 ص 341
کنز العمال فی سنن الاقوال، باب وفاته رضی اللہ عنہ، جز 12 ص 538
تفسیر الرازی۔ جز 10 ص 167

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کرامت:

ابن عساکر نے روایت کی کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن خطابؓ ایک نوجوان
کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: فلاں ابن فلاں لمن خاف مقام ربہ جنتن (جو اپنے
رب کے سامنے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو ہشتیں ہیں) نوجوان نے قبر کے اندر سے
آواز دی کہ اے عمرؓ پرودگار نے مجھے وہ دونوں عطا فرمائی ہیں۔

حجة الله على العالمين ج ۲، ص ۸۶۰، بحوالہ حاکم

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامت

کتب حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو میں آپ کے سلام کے لیے
آیا انہوں نے فرمایا مرحبا بھائی! یہ بھی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کثیراً کثیراً کو اس گلی میں دیکھا فرماتے ہیں عثمانؓ لوگوں نے تمہارا محاصرہ
کر رکھا ہے میں نے عرض کی جی ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً
نے میرے لئے ایک ڈول لٹکا دیا جس میں پانی تھا۔ میں نے پانی پیا اور سیراب ہو گیا پھر

فرمایا اگر تم چاہو میں تمہاری امداد کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرنا میں نے اسی کو اختیار کیا دوسرے روز آپؐ کو شہید کر دیا گیا۔ (یعنی آپؐ شہید ہو گئے)

(کرامات صحابہ صفحہ 95)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کرامت

نبیہتی نے حضرت سعد بن مصیب سے روایت کی کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے تو آپؐ نے بلند آواز کے ساتھ فرمایا اے قبر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یا تو تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ یا ہم تم کو بتائیں حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے قبروں سے یہ آواز سنی۔ یا امیر المؤمنین! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپؐ بتائیں کہ ہمارے بعد کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے۔ تمہارے مال کو تقسیم کر لیا گیا تمہاری اولادیں یتیموں میں شمار ہونے لگیں۔ یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں تمہارے پاس کی کیا خبر ہے؟ ایک مرد نے جواب دیا کہ ہمارے کفن پھٹ چکے ہیں بال بکھر گئے ہیں کھالیں پراگندہ ہو گئی ہیں آنکھیں رخساروں پر بہہ پڑی ہیں جو کچھ کیا تھا وہ پالیا اور جو کچھ چھوڑ دیا تھا اس کا خسارہ اٹھایا۔

(کرامات صحابہ ص 102)

تاریخ الخلفاء الراشدون، علی بن ابی طالب، ص 132

اسد الغابہ، علی بن ابی طالب ج 4 ص 128، ملقط وازالۃ الخلفاء عن خلافة الخلفاء، مقصد

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت

علامہ سخاویؒ نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ ابو نعیم اور ابن عساکر نے اعمش سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسنؓ کا مزار مبارک پاخانہ سے بھر دیا تو وہ مجنون ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکنے لگا اور پھر مر گیا اور اس کی قبر سے بھی سنا گیا کہ وہ بھونک رہا ہے۔

حديث جريج

أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ « لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ.

فَقَالَ يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي. فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَأَنْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَأَنْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ. فَقَالَ أَيُّ رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي. فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تَمْنَهُ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى وَجْهِهِ الْمَوَسَاتِ.

فَتَذَكَّرَ بَنُو إِسْرَائِيلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ وَكَانَتْ امْرَأَةٌ بَغْيٌ يَتِمَّتْ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ إِنْ شِئْتُمْ لَا أَفْتِنَنَّ لَكُمْ - قَالَ - فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا فَأَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ فَأَمَكَّتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ. فَأَتَتْهُ فَاسْتَرْزَلُوهُ وَهَدَمُوا صَوْمَعَتَهُ وَجَعَلُوا يُضْرِبُونَهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا زَيْنَتْ بِهِذِهِ الْبَغْيِ فَوَلَدَتْ مِنْكَ. فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيِّ فَجَاءُوا بِهِ فَقَالَ دَعُونِي حَتَّى أَصَلِّيَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ وَقَالَ يَا غُلَامُ مَنْ أَبُوكَ قَالَ فَلَانُ الرَّاعِي - قَالَ - فَأَقْبَلُوا عَلَى جُرَيْجٍ يَقْبَلُونَهُ وَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ وَقَالُوا نَبْنِي لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ لَا أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ

کَمَا كَانَتْ.

فَفَعَلُوا. وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَزْصَعُ مِنْ أُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى دَابَّةٍ فَارَاهُ وَشَارَةً حَسَنَةً فَقَالَتْ أُمُّهُ اللَّهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَ هَذَا. فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَتَنَظَّرَ إِلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَزْصَعُ. قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ يَحْكِي أَرْتِصَاعَهُ بِإِصْبَعِهِ السَّبَابَةِ فِي فَمِهِ فَجَعَلَ يَمْضُهَا. قَالَ وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ سَرَقْتَ. وَهِيَ تَقُولُ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ. فَقَالَتْ أُمُّهُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهَا. فَتَرَكَ الرِّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا. فَهَنَّاكَ تَرَاجَعًا الْحَدِيثَ فَقَالَتْ حَلَقَى مَرَّ رَجُلٌ حَسَنَ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهُ. فَقُلْتُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ. وَمَرُّوا بِهَذِهِ الْأُمَّةِ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ سَرَقْتَ. فَقُلْتُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهَا.

فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا قَالَ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ. وَإِنَّ هَذِهِ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ. وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتَ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا.

مسلم شریف باب تَقْدِيمِ بَرِّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى التَّطَوُّعِ بِالصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا۔ حدیث 6673

جریر بن حازم نے محمد بن سیرین سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا تین شخصوں نے اس وقت بات کی جب کہ ابھی وہ

گود میں تھے عیسیٰ بن مریم علیہا السلام اور جرتج کے عہد میں ایک بچے نے نیز ایک اور بچے نے، عیسیٰ کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو۔ جرتج کا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل میں بڑا عبادت گزار تھا اس کی ایک والدہ موجود تھی ایک دن یہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی والدہ کو اس کا اشتیاق ہوا اس نے آواز دی اے جرتج اس نے کہا خدا یا کیا نماز بہتر ہے یا یہ بہتر ہے کہ میں ان کے پاس جاؤں پھر نماز پڑھنے لگا والدہ نے پھر بلایا اس نے پھر وہی الفاظ کہے اور پھر نماز پڑھتا رہا اس کی والدہ کو یہ بات ناگوار گذری اور اس نے بدعادی اے اللہ اسے مرنے سے پہلے زانی عورتوں کے چہرے دکھا دینا بنی اسرائیل میں ایک زانی عورت تھی اس نے کہا کہ اسے گمراہ کروں گی یہاں تک کہ یہ زنا کرے چنانچہ وہ آئی مگر اس کو گمراہ نہ کر سکی ایک چرواہا رات کو جرتج کے حجرہ کے پاس پناہ لیا کرتا تھا جب جرتج کو گمراہ کرنے سے تھک گئی تو اس نے چرواہے کو پھسلا لیا اور اس نے اس کے ساتھ زنا کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا اس عورت نے کہا کہ یہ بچہ جرتج کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے یہ سن کر بنی اسرائیل جرتج کے پاس آئے اس کا عبادت خانہ توڑا اور اسے گالیاں دیں اس کے بعد جرتج نے نماز پڑھی اور دعا کی اور بچے کو حرکت دی محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جب آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے بچے کی طرف اشارہ کر کے کہا تمہارا باپ کون ہے بچے نے جواب

دیا چرواہا اس پر بنی اسرائیل کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور انہوں نے جرتج سے معافی چاہی اور کہا تمہارا عبادت خانہ سونے اور چاندی سے بنا دیتے ہیں مگر جرتج نے قبول نہ کیا اور جیسا تھا ویسے ہی بنالیا دوسرے بچے کا یہ واقعہ ہے کہ ایک عورت ایک شیر خوار بچہ لئے کھڑی تھی کہ ایک خوبصورت اچھی وضع کا نوجوان ادھر سے گزرا عورت نے کہا یا اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا کر دینا بچہ بولا خدا یا مجھے اس جیسا نہ کرنا محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اب بھی گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو دیکھ رہا ہوں جبکہ وہ بچے کی بات بیان فرما رہے تھے اور وہ دودھ پی رہا تھا۔

اس واقعہ کے بعد اس عورت کے پاس ایک عورت گزری اس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ اس نے زنا اور چوری کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی سزا دی گئی بچے والی عورت نے کہا میرے بیٹے کو اس عورت جیسا نہ کرنا مگر جھٹ سے بچہ بولا خدا یا مجھے اس جیسا بنانا والدہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ خوبرونو جوان ایک جابر بادشاہ ہے اور اس عورت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اس نے زنا اور چوری کی ہے مگر اس نے زنا کیا ہے اور نہ ہی چوری اور وہ کہتی ہے میرے لیے اللہ کافی ہے (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۱)

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ اولیاء اللہ سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں مگر ان کا مقصد حق کا ثابت کرنا اور باطل کو مٹانا ہوتا ہے لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی اور نیکی کا اظہار کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

کرامت کے متعلق شیخ سعدی کی حکایت

شیخ سعدی اپنی کتاب حکایاتِ بوستانِ سعدی میں ایک بزرگ کی کرامت کو بیان کرتے ہیں:

ایک بار میں ایک مردِ بزرگ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ خشکی کا راستہ ختم ہو کر دریا کا سفر شروع ہوا تو میں کرایہ ادا کر کے کشتی میں سوار ہو گیا لیکن اس بوڑھے کا ہاتھ خالی تھا۔ وہ کرایہ نہ ادا کر سکا اور ملاحوں نے کرایہ ادا کیے بغیر اسے سوار کرنے سے انکار کر دیا۔

مجھے اپنے ہمراہی کی اس بے چارگی پر بہت افسوس ہوا۔ رنج سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن وہ بوڑھا زور سے ہنسا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا، اے سعدی! تو کیوں رنج کرتا ہے جو دریا اس کشتی کو دوسرے کنارے پر لے جائے گا وہ مجھے بھی پار اُتار دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا مصلے پانی پر بچھا دیا۔ مجھ پر اس واقعے سے ہیبت طاری ہو گئی۔

دوسری صبح میں کنارے پر اُترتا تو وہ بوڑھا وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس نے کہا اے سعدی! تو اس بات پر تعجب نہ کر تجھے کشتی نے پار لگایا اور مجھے میرے خدا نے پار پہنچا دیا۔ کیا تو بچے کی حالت سے آگاہ نہیں ہے کہ اسے آگ کی ہلاکت آفرینی سے کچھ آگاہی نہیں ہوتی لیکن مہربان ماں اس کی حفاظت کرتی ہے۔ بس یہی حال خاصانِ خدا کا ہے۔ ان کے لئے آگ گلزار اور دریا پایاب ہو جاتے ہیں۔ یہ معزز و محترم لوگ ایسے مقام میں ہیں جہاں اس دنیا کا سورج ایک ذرے کی حیثیت رکھتا ہے اور سات سمندر ایک قطرے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر بادشاہ حقیقی اپنی عظمت کا علم بلند کرے تو کائنات کا نام و نشان مٹ جائے۔

فضیلت رزق حلال



رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دنیا و آخرت کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے کہ آخرت کو جزاء و سزا کا مقام ٹھہرایا ہے اور دنیا کو محنت اور اضطراب کے ساتھ مستعد ہو کر کمانے کا مکان قرار دیا ہے۔ اور دنیا میں مستعد ہونا یہی نہیں کہ صرف معاد اور آخرت کی فکر ہو اور معاش نہ ہو بلکہ معاش آخرت کا ذریعہ اور اس کا مددگار ہے چنانچہ حدیث پاک ہے

الدینا مزرعة الآخرة
ترجمہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

- فیض القدیر، جز 2، ص 558، جز 4، ص 4، 489، 658
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ۔ باب۔ کتاب الامارۃ والقضاء، جز 11، ص 351
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ۔ باب۔ باب البر والصلة، جز 14، ص 206
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ۔ باب۔ باب الظلم، جز 14، ص 436
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ۔ باب۔ کتاب الرقاق، جز 15، ص 38، 70
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ۔ باب۔ باب البر والصلة، جز 14، ص 206
تحفة الأحوذی۔ باب ما جاء فی ترک العیب للنعمۃ جز 6، ص 151
فتح الباری۔ ابن حجر۔ کتاب الرقاق الصحة والفراغ ولا، جز 11، ص 230
التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الراء، جز 2، ص 47

تو گویا ہم جو کچھ دنیا کی کھیتی میں بوئیں گے آخرت میں اسی کا پھل کھائیں گے اگر ہم نے

دنیا میں برائیوں کے کانٹے بچھائے تو آخرت میں ہمارا انجام دوزخ ہوگا اور اگر ہم نے دنیا کو اپنی نیکیوں سے بھر اور اطاعت و فرمانبرداری اور حسن سلوک اور حسن اخلاق کی ختم ریزی کی تو آخرت میں ہمارا مقام جنت ہوگا۔ اس دنیا کے اندر خالق کائنات نے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کی ہیں ان میں کچھ کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی اور بعض سے روک دیا۔ بعض کو بالکل حرام کر دیا اور بعض کے حصول کا ایک طریقہ کار وضع کر دیا۔ اب جو طریق مشروع کے علاوہ کسی اور طریقے سے کسی چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا یا ایسی چیز استعمال کرے گا جو سرے سے ہی حرام ہو تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوگا۔ اب دنیا کے آدمی اس باب میں تین طرح کے ہیں۔

ایک وہ جو معاش میں ایسے مشغول ہیں کہ آخرت سے غافل ہیں یہ فرقہ تباہ کاروں اور ہلاک شدوں کا ہے

دوئم وہ لوگ جو معاد اور آخرت کے شغل میں معاش و رزق سے بے پروا ہیں یہ لوگ اعلیٰ رتبہ کے پہنچنے والے ہیں۔

سوئم وہ لوگ ہیں کہ اعتدال سے بہت قریب ہیں یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہیں یہ لوگ متوسطین سے ہیں۔ جو شخص معاش کی طلب میں راستی کی راہ اپنے اوپر لازم نہ کرے گا اس کو میانہ روی کا مرتبہ کبھی نہ ملے گا اور جب تک طلب معاش میں آدابِ شریعت کا پابند نہ ہوگا اس کے حق میں دنیا وسیلہ آخرت کبھی نہ ہوگی۔

بانیء سلسلہ کلیام حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تعلیمات اسلام و شریعت کے مطابق کسب معاش کیا اور جائز اور حلال ذریعہ زندگی کے چند ایام گزارے اور اپنی اخروی زندگی کو فانی زندگی پر جس طرح ترجیح دی اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے صرف مولا کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور مالکِ حقیقی کی قربتوں میں جا پہنچے۔ آپؑ نے اپنی اولاد کو بھی حلال ذریعہ معاش کی ترغیب و تعلیم دی یہی وجہ ہے

کہ آپ کے خاندان اور اولاد میں اکثریت روایتی انداز سے ہٹ کر اپنے لئے رزق حلال کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے اور رضائے الہی پر متوکل رہ کر اس حیاتِ مستعار کو گزاردیا۔

کسبِ معاش (قرآن و سنت کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا الْفَتَاهَ مَعَاشًا (النبا: ۱۱)

ترجمہ: اور ہم نے دن کو روزگار کے لیے بنایا۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَاشٍ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ

(الاعراف: ۱۰)

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے اس (دنیا) میں معاش کے (مختلف

طریقے) بنائے مگر تم میں سے شکر کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

اس آیت میں معیشت کو نعمت فرمایا اور اس پر شکر طلب کیا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ

(البقرہ: ۱۹۸)

ترجمہ: کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو اپنے رب کا فضل۔

فَاتَّسِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (الجمعة: ۱۰)

ترجمہ: پس پھیل جاؤ زمین میں اور ڈھونڈتے پھر فضل اللہ تعالیٰ کا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا:

من الذنوب لا يكفرها الا الهم في طلب المعيشة

(فردوس الاخبار ج ۱ ص ۲۵۸)

ترجمہ: بعض گناہ وہ ہیں کہ ان کو دور نہیں کرتی کوئی چیز سوائے

فکر طلب معیشت۔

التاجر الصدوق يحشروم القيمة مع الصديقين
والشهداء

ترجمہ: سچا سوداگر قیامت میں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ
اُٹھایا جائے گا (ابن ماجہ)

من طلب الدين احلالا لتعفف عن المسئلة وسعي اعلى
عياه وتعتف اعلى جاره لقي الله ووجهه كالقمر ليلة

البدر (فتح الباری: ۴۱۴) احیاء العلوم: ج ۲ ص ۱۰۹

ترجمہ: جو شخص دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب
کرتا ہے اور اپنی اولاد کے رزق کے لئے کوشش کرتا ہے اور اپنے
ہمسایہ پر شفقت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس
کا چہرہ چودھویں رات کی مانند ہوگا۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم
کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں اصحاب رضی اللہ عنہم میں ایک جوان قوی اور چالاک
کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا۔ سب نے کہا کہ کاش اس کی جوانی اور چالاکی راہ
خدا میں صرف ہوتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ یہ
مت کہو اس لئے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کے لئے کام کرتا ہے اس غرض سے کہ سوال کرنے
سے باز رکھے اور لوگوں سے بے پرواہ کر دے تو وہ راہ خدا میں ہے اور اگر اپنے ضعیف ماں
باپ یا کمزور اولاد کے لئے کرتا ہے تاکہ وہ محتاج نہ ہوں تب بھی راہ خدا میں مصروف ہے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایماندار حرمت
والے سے محبت کرتا ہے۔

احل ما اكل الرجل من كسبه و كل بيع مبرور

(اتحاف لذبیڈی: ۵: ۴۱۵)

ترجمہ: سب سے زیادہ حلال جو آدمی کھائے وہ اس کی کمائی ہے اور ایک بیچ مبرور (صحیح خرید و فروخت) جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔

احل ما اكل العبد كسب يد الصانع اذا نصح

(اتحاف السعادة: ۵: ۴۱۵)

ترجمہ: سب سے زیادہ حلال جو بندہ کھاوے وہ کاریگر کے ہاتھ کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی کرے۔

عليكم بالتجارة فان فيها اعشار الرزق

(اتحاف: ۵-۴۱۵)

تم تجارت کیا کرو کہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو ہیں۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يَقْرَبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ، إِلَّا قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يَقْرَبُكُمْ مِنَ النَّارِ، وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ، إِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ، أَلَا وَإِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ نَفَثَ فِي رُوعِي، أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ حَتَّى تَسْتَوِيَ رِزْقُهَا، فَاتَّقُوا اللَّهَ، وَأَجْمَلُوا فِي الطَّلَبِ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ رِزْقٍ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِمَعَاصِي اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يَذْرُكُ مَا عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا بِطَاعَتِهِ"

(شرح السنة، باب الاجتناب عن الشهوات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا کہ: کسی رزق کا دیر سے ملنا تم کو اس بات کا باعث نہ ہونا چاہیے کہ تم اس کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کر کے طلب کرو اس لیے

کہ جو چیز خدا تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی نافرمانی سے نہیں ملتی۔
ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: بازار اللہ تعالیٰ کے دسترخواں ہیں جو شخص ان میں آئے
گا کچھ ان میں سے پائے گا اور پھر فرمایا کہ:

تم میں سے کوئی شخص رسی لیکر لکڑیاں اپنی پیٹھ پر لا دلائے تو یہ اس
سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس جائے جس کو خدا تعالیٰ نے مال
دیا ہو اور اس سے سوال کرے وہ اس کو دے یا نہ دے

(بخاری شریف- ج ۱ ص ۲۷۸)

من فتح علی نفسه بابا من السوال فتح الله عليه سبعين بابا من الفقر (مجمع
الذوائد ۱۰: ۲۹۱، كنز العمال: ۹۲۰۳)

ترجمہ: جو شخص اپنے نفس پر سوال کا ایک دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ
اس پر ستر دروازے مفلسی کے کھول دیتا ہے۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی سے مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر
ہو جاتا ہے اس کے اندر تین باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱- دین کی نرمی ۲- ضعف عقل ۳- مروت کا جاتا رہنا

اور ان تینوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ آدمی اس کو حقیر جانتے ہیں۔

اگر ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں
نے بھی رزق حلال کے لیے مختلف پیشے اپنائے تفسیر عریزی میں ہے کہ۔ سب سے اول
کپڑے بننے کا کام حضرت آدم علیہ السلام نے کیا اور بعد میں کھیتی باڑی کے کام میں مشغول
رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ذریعہ معاش لکڑی کا پیشہ (بڑھئی) تھا۔ حضرت ادریس علیہ
السلام درزی کا کام کرتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام تجارت
کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے کچھ مدت بکریاں چرائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ حضرت

سیلمان علیہ السلام اتنے بڑے بادشاہ ہو کر بھی درختوں کے پتوں سے پتکھے اور زنجیلیں وغیرہ بنا کر گزر کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی پیشہ اختیار نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ سیر فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مجھے ناشتہ دیا ہے وہی شام کا کھانا بھی دے گا یہ مقام توکل کا کمال ہے۔ اسی تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہمیشہ بارش کا پانی پیا۔ کنوئیں کا پانی کبھی نہ پیاسب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ہی چاندی سے روپیہ اور سونے سے اشرفیاں بنائیں۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے بکریاں چرائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً تجارت بھی فرماتے تھے۔

رزق حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ
عَلِيمٌ (المومنون: ۵۱)

ترجمہ: اے رُسُل (عظام) تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو
(جیسا کہ تمہارا معمول ہے) اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک جو بھی
عمل تم کرتے ہو میں اُس سے خوب واقف ہوں۔

اس آیت میں عمل کرنے سے بیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضوں نے فرمایا اس
سے مراد مال حلال ہے۔

تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸)
ترجمہ: اور ناحق ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ

نَاصِرًا وَسَيُضْلُونَ سَعِيرًا (النساء: ۱۰)

ترجمہ: جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (البقرہ: ۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (البقرہ: ۱۶۸)

ترجمہ: اے لوگوں! زمین میں سے کھاؤ جو حلال اور طیب ہے اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِتَّعَدُونَ (البقرہ: ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے ستمرا کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (البقرہ: ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا اس میں سے پاک (مال) خرچ کرو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے حلال رزق حاصل کرنے کی ترغیب دی وہاں حرام سے دور رہنے کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ کیونکہ اگر دونوں کو ملا دیا جائے

تو وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس طرح کسبِ حلال ضروری ہے اسی طرح اجتنابِ حرام اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حلال کو حاصل کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے اور حلال ہی خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ انسان ثواب کا مستحق تبھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب وہ حلال مال حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں بھی حلال خرچ کرتا ہو۔ احادیث مبارکہ میں رزقِ حلال کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا:

طلب الحلال فریضة علی کل مسلم

(اتحاف السعادة المتقين لزبيدي۔ ۶۔ ۴)

ترجمہ: حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض فرمایا۔

دوسری حدیث میں

طلب العلم فریضة علی کل مسلم

(المعجم الكبير لطبرانی۔ ۲۴: ۱۰)

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں علم سے مراد حلال اور حرام کا علم ہے اور دونوں حدیثوں میں مقصود ایک ہی چیز ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

طلب الحلال فریضة بعد الفریضة

(المعجم الكبير لطبرانی۔ ۹۰: ۱۰) کنز العمال

ترجمہ: حلال کا طلب کرنا فریضہ عبادت کے بعد دوسرا فریضہ ہے

اس حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے عبادت

کے بعد دوسرا فرض حلال رزق کے حصول کو قرار دیا ہے۔

من اکل الحلال اربعین یوم انور اللہ قلبہ او جزى ینابیع
الحکمة من قلبہ علی لسانہ۔

ترجمہ: جو شخص چالیس روز تک حلال رزق کھائے اللہ تعالیٰ اس کے
دل کو روشن کرتا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان
پر جاری کر دیتا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے
عیال کو حلال مال کھلائے وہ ایسا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور جو شخص
دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہیدوں کے درجے میں ہوگا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً
کثیراً سے التجا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً میرے لیے
دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول کر لیا کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کثیراً کثیراً نے فرمایا:

طلب طعمتک تستجب دعوتک الدعاء مخ العبادہ
(ترمذی و مشکوٰۃ)

ترجمہ: اپنی غذا پاک و حلال کر تیری دعا قبول ہوگی (جان لے)
دعا عبادت کا مغز ہے

دعا کی قبولیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ انسان کے پیٹ میں رزق حلال ہو۔ اگر رزق
حلال کا اہتمام نہیں تو پھر نہ عبادت کا فائدہ اور نہ ہی دعا کی قبولیت ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے دنیا پر حرص کرنے
والے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رب اشعت اغبر مشرو فی الاسفار مطعمہ حرام

و ملبنتہ حرام و غذی بالحرّام یرفع یدہ فیقول یارب
یارب فانی یرستجاب لذلک۔

ترجمہ: اکثر زولیدہ منہ غبار آلود سفروں میں پریشان اس
کا کھانا پینا حرام اور حرام سے پرورش پائی ہو اپنے ہاتھ
اٹھا کر کہتا ہے یارب یارب تو اس کی دعا کہاں قبول ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کثیراً کثیراً سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہرات
پکارتا ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا اس کا فرض و نفل کچھ قبول نہ ہوگا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص
ایک کپڑا دس درہم کو مول لے (اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام ہو تو جب تک وہ
کپڑا اسکے بدن پر رہیگا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ کرے گا۔

کل لحم ینبت من حرّام فالنار اولیٰ بہ
(الحديث) اتحاف - ۲- ۸)

جو گوشت حرام سے بڑھے اس کے لیے دوزخ زیادہ نمایاں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا: کہ جو شخص اس بات کی پرواہ
نہیں کرتا کہ کہاں سے مال کماتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ کہاں سے اس
کو دوزخ میں داخل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے یہ بھی
ارشاد فرمایا کہ عبادت کے دس اجزاء ہیں نوان میں سے طلبِ حلال کے ہیں۔ یہ روایت
مرفوعاً بھی آئی ہے اور موقوفاً بھی۔

اور فرمایا! جو شخص طلبِ حلال سے تھک کر شام کرے وہ اس حال میں رات
کرے گا کہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں گئے اور صبح کو اس کی کیفیت سے اُٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ
اس سے راضی ہوگا۔ (الدُرُ الْمُنْتَشَرُہ فی الاحادیث)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اس سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب خرچوں کو اکٹھا کرے گا پھر ان کو دوزخ میں ڈال دے گا۔
روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کا حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانی کی حالت میں ایک درہم سودتیس زنا کی نسبت سخت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا! معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف پیاسی جاتی ہیں پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہے تو رگیں بھی صحت کے ساتھ پانی پی کر لوٹتی ہیں اور اگر بیمار ہوتا ہے رگیں بیمار ہو کر پھرتی ہیں اور غذا کو دین سے وہ نسبت ہے جو بنیاد کو عمارت سے ہے اگر بنیاد مستحکم ہوگی اور سیدھی جی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت میں بنیاد ٹیڑھی اور کمزور ہوگی تو عمارت گر پڑے گی۔
جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُيُوتَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ
بُيُوتَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (التوبہ: ۱۰۹)

ترجمہ: بھلا وہ شخص جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور (اس کی) رضا و خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا ہے۔ سو وہ (عمارت) اس معمار کے ساتھ ہی آتش دوزخ میں گر پڑی، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان جب تک کسبِ حلال سے صرف نظر کرے گا تو اس کی کوئی بھی سعی اور جدوجہد نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ انسان کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ وہ حلال ذرائع سے کسب کرے اور اپنی ضروریات کو حلال طریقے سے پورا کرے۔ جس طرح عبادتِ الہی اس پر فرض ہے اسی طرح رزقِ حلال کا حصول بھی اس پر فرض عین کی حیثیت رکھتا ہے۔ آثار میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں نے ایک قوم کے لئے کہانت کی تھی انہوں نے مجھ کو یہ دودھ دیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے منہ میں انگلی ڈال کر قے کرنا شروع کیا یہاں تک کہ غلام کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ کا دم نکل جائیگا پھر فرمایا الہی میں تیرے سامنے عذر کرتا ہوں اس دودھ سے جو رگوں اور آنتوں میں رچ پس گیا ہو۔

اس قصہ کی خبر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ صدیق رضہ اللہ عنہ اپنے پیٹ میں بجز مالِ طیب کے اور کچھ نہیں ڈالتا۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی

(مشکوٰۃ شریف: ص نمبر ۱۶۲) (موطا امام مالک رحمہ اللہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جس کا نام حرام سے بچنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہیں کرے گا جب تک حرام سے نہ بچو گے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو کچھ ملا ہے تو اسی طرح ملا کہ جو پیٹ میں ڈالا سمجھ کر ڈالا۔ اور حضرت فضیل رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ صدیق لکھتا ہے تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال حرام خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بچہ پاک پانی کے پاک نہیں ہوتا۔

حضرت بیجی بن معاذ فرماتے ہیں اطاعت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہے اور اس کی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہیں: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہوتا ہے۔ حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ آدمی ایمان کی تہہ کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں چار خصلتیں نہ ہوں۔ (۱) فرائض ادا کرنا مع سنتوں کے (۲) حلال کھانا و ریح کے ساتھ (۳) ظاہر و باطن کا ممنوعات سے بچنا (۴) ان باتوں پر موت تک جمارہنا۔ اور فرمایا جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقیوں کی علامتیں اس پر روشن ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھاوے اور بجز سنت اور ضروری امور کے اور کوئی کام نہ کرے۔ کہتے ہیں جو شخص چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَالْبَلِّ رَانَ عَلَىٰ فُلُوْهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ

(المطففين: ۱۴)

ترجمہ: (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اعمال (بد) کا رنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اسلئے) آیتیں انکے دل پر اثر نہیں کرتیں۔

حضرت سہل تستریؓ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہے اس کے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہیں اس کو خبر ہو یا نہ ہو اور جس کی غذا حلال ہوتی ہے اس

کے اعضاء اطاعت کرتے ہیں اور اس کو خیرات کی توفیق ہوتی ہے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ آدمی جب غذا حلال کا پہلا لقمہ کھاتا ہے تو اس کے پہلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو شخص حلال کی طلب میں ذلت کے مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

اکابر سلف کے آثار میں ہے کہ جو واعظ لوگوں میں وعظ کرنے کے لئے بیٹھے تو علماء فرماتے ہیں کہ اس میں تین باتیں دیکھو اگر بدعت کا مرتکب ہو تو اس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے اور اگر برا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہے اور اگر عقل کا پکانہ ہو تو اس کے واعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اس کے پاس بھی مت بیٹھو۔

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی میں رزق حلال کے لیے کوشش کی جس کی وجہ سے ان کی زندگی کا ہر عمل سراپا ہدایت اور رہنما ٹھہرا۔ اور آپ کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ نور اور روشنی کا باعث بنا آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے ہمیشہ اپنے دامن رب قدیر کی اطاعت اور محبت سے بھر کر واپس لوٹتے تھے اور جس نے بھی آپ کی خدمت میں حاضری دی اس نے نہ صرف اپنے سینے کو نور ہدایت سے بھرا بلکہ وہ دوسروں کے لیے بھی نور ہدایت کا روشن مینار ثابت ہوا۔ جس کی تابندہ مثال حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے آپ نے حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خانؒ سے نہ صرف خود فیض حاصل کیا بلکہ آپ کے ذریعے لاکھوں لوگ فیض یاب ہوئے اور آج تک وہ فیضان جاری وساری ہے۔

عہد رس کا مفہوم
اور
اس کی شرعی حیثیت



وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ (ابراہیم: ۵)

ترجمہ: ان کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ

کائنات کی ہر چیز کا خالق و مالک اللہ رب العالمین ہے۔ زمین و آسمان آفتاب و ماہتاب دن اور رات سال اور مہینے سب اسی کے حکم کے مطابق کام کر رہے ہیں اور وہی اس سارے نظام کو چلا رہا ہے۔ ہفتہ کے تمام دن اسی نے پیدا کیے ہیں۔ پھر غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں کیوں خصوصیت کے ساتھ فرمایا گیا کہ ”ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ“۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ دن جنہیں ایام اللہ کہا گیا وہ مخصوص دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین کو خصوصی انعامات و اکرام سے نوازا۔ جن دنوں میں انبیاء کرام کی بعثت ہوئی انہیں معجزات عطا ہوئے قوموں کو عروج ملا اور مقررین کو قرب وصال کی حلاوت سے سرشار کیا گیا وہ یادگار دن ”ایام اللہ“ کہلاتے ہیں۔

اس لحاظ سے ہمارے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا یوم ولادت، یوم بعثت، یوم ہجرت حتیٰ کہ یوم وصال بھی رب کریم کے محبوب دنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے نعلین پاک کے تصدق سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے

غلاموں کو جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے قرب و وصال کی نعمتوں سے نوازا اور انہیں نور معرفت اور مقام محبت پر فائز کیا اور روحانی معراج سے فیض یاب فرمایا وہ بھی مقام قرب حاصل ہونے کے سبب مسرت و شادمانی کے دن ہیں محب اور محبوب کی ملاقات کے دن ہیں ان بزرگوں کے طفیل آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر کثیر انکسیر کی کرنیں اہل ایمان کے دلوں میں محبت کی شمعیں روشن کرتی ہیں اور گمراہ لوگوں کے لیے ہدایت کے چراغ جلاتی ہیں۔ مذکورہ بالا آیت مقدسہ کی روشنی میں بزرگانِ دین کے ایام و ولادت اور ایام وصال بھی اللہ تعالیٰ کے وہ مقدس ایام ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جانا چاہیے تاکہ وہ موعظت و ہدایت کا لامتناہی سلسلہ جاری رہے۔ علم و عمل کا پیغام عوام تک پہنچتا رہے۔ عشق و محبت کے جام تقسیم ہوتے رہیں۔ شیخ کی صحبت و ارشادات سے تسکین جاں اور اطمینانِ قلب کی دولت حاصل ہو اور شب بیداری، باجماعت نمازوں اور صوفیا و علماء کی صحبت سے دین کا ذوق و شوق اور عمل کی محبت دلوں میں اجاگر ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب و مقرب بندوں اور بلند مرتبہ ہستیوں کو دنیا میں بھیجتا ہی اس لیے ہے کہ وہ بھٹکی ہوئی انسانیت کے اخلاق و کردار کی اصلاح کریں اور اس مادی کائنات میں روحانی اقدار کا پرچار کریں۔ ان کے پیش نظر عوام کی فلاح و بہبود اصلاحِ نفس اور اخلاقی بلندی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا وہ اپنی زندگی اسی عظیم مقصد کے لیے وقف کئے ہوتے ہیں اور جب اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں تو ایک ایسا اعلیٰ نظام چھوڑ جاتے ہیں جو سالکین راہ ہدایت کے لیے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ ان کے مزارات پر محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ ذکر و فکر کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں اور لوگ ان کے روحانی فیض کی بدولت تزکیہ باطن حاصل کرتے ہیں۔ اہل اللہ کے اس روحانی تصرف، عقیدت مندوں کی دستگیری کرنے، دلوں کا تزکیہ کرنے اور لطف فرمانے کو فیض باطنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عرس کا مفہوم

سال کے چند مخصوص دنوں میں اولیاء کرام اور صلحائے عظام کے مزارات پر اجتماعی صورت میں اکٹھے ہو کر مزارات کی زیارت کرنا، ان کے روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونا اور وہاں قرآن خوانی اور ذکر الہی کی محفلوں کے انعقاد کو اصطلاحاً عرس کہا جاتا ہے۔ عرس درحقیقت قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ
(الحج: ۳۲)

ترجمہ: یہی (حکم) ہے اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجالاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہو گیا ہو)

عرس کی اصطلاح ترمذی شریف کی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر اکثیرا نے فرمایا کہ جب کوئی مومن انتقال کر جاتا ہے اور اللہ کا نیک بندہ عالم شہادت سے کوچ کر کے بارگاہ ایزدی میں ملاقات اور وصال کے لیے پہنچتا ہے اور مکررین اس کی قبر میں سوال و جواب کے لیے آتے ہیں اور وہ رب اور دین کی نسبت سوال کرنے کے بعد اس سے پوچھتے ہیں۔

ما كنت تقول في حق هذا الرجل محمد (صلى الله عليه
وآله وسلم كثيرا كثيرا) (مشکوٰۃ)

ترجمہ: کہ اے صاحبِ قبر! یہ بتا کہ تو اس ہستی مبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے بارے میں دنیا میں کیا عقیدہ رکھا کرتا تھا۔

عربی کا قاعدہ ہے کہ جب کان یکون مضارع پر آتا ہے تو وہ ماضی استمراری کا معنی دیتا ہے یعنی دنیا میں اس ہستی کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا۔ تو وہ مرد مومن جس کی پوری زندگی غلامی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً میں بسر ہوئی ہوتی ہے وہ منتظر ہوتا ہے اس لمحہ کا کہ ہجر و فراق کی ساعتیں ختم ہوں اور دوریاں مٹ جائیں اور آنکھوں کو چہرہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا دیدار فرحت آثار نصیب ہو۔ اب چونکہ اس کی پوری زندگی اس مقدس لمحہ کے انتظار میں بسر ہوئی ہوتی ہے لہذا جب حجابات مرتفع ہوتے ہیں اور اسے دیدار مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی نعمت سے مالا مال کیا جاتا ہے تو وہ شخص بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں یہ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ہیں۔ اس پر فرشتے جواب دیتے ہیں۔

کننا علم انک تقول هذا
(مشکوٰۃ- ۲۵)

ترجمہ: اے مرد مومن ہمیں یہ پہلے ہی معلوم تھا کہ تیرا جواب یہی ہوگا حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ میری معرفت کے اس بیان کے بعد اس کی قبر کو ستر گز چوڑا کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کی قبر کے ماحول کو منور کر دیا جاتا ہے اور جب اس مرد حق کو اپنی برزخی زندگی کے ٹھکانوں کی خبر ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں واپس دنیا میں جا کر اپنے گھر والوں اور اپنے احباب کو یہ خوشخبری سنا آتا ہوں کہ برزخی زندگی کی پہلی منزل میں نے کامیابی سے سر کر لی ہے۔ اس پر فرشتے کہتے ہیں:

نم كنومة العروس الذی لا یوقظه الا احب اهلہ الیہ
(مشكوة- ۲۵)

کہ آج قبر کے نرم بستر پر بڑے آرام سے اس طرح سو جا جس طرح
پہلی رات کی دلہن سو جایا کرتی ہے

عرس عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی شادی، خوشی اور شادمانی و مسرت کے ہیں اس لیے
عربی زبان میں دلہا کو عریس اور دلہن کو عروس کہا جاتا ہے۔ عروس پہلی رات کی دلہن کو کہتے
ہیں جس طرح پہلی رات کی دلہن اپنے نرم اور گداز بستر پر سو جاتی ہے تو بھی اسی طرح بے فکر
ہو کر سکوں اور طمانیت کی آغوش میں قبر کے اس نرم بستر پر دراز ہو جا۔

لا یوقظه الا احب اهلہ الیہ (مشكوة ص ۲۵)

ترجمہ: اب تجھے کوئی نہیں اٹھا سکتا سوائے اس ذات کے جو ساری
کائنات میں بڑھ کر تجھے محبوب ہے۔

تو گویا مرد مومن اور مرد ولی اس شردہ جانفزا کے بعد جب وصال حق کی نعمتوں سے
مالا مال ہوتا ہے تو وہ پہلی رات کی دلہن کی مانند سو جاتا ہے۔

اب چونکہ حدیث میں عروس کے الفاظ آئے ہیں اور عروس شادی کو کہتے ہیں
اور شادی عبارت ہے محب اور محبوب کی ملاقات سے، چنانچہ محب اور محبوب کی جب ملاقات
ہوتی ہے۔ اور انہیں وصال نصیب ہوتا ہے تو اس کیفیت وصال کو شادی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی موت اس کی روحانی شادی ہوا کرتی ہے۔ اس
لیے کہ اس دنیا میں وہ عقد و ازدواج کے رشتوں میں منسلک ہوتا ہے۔ لیکن ان تعلقات
سے اس کی روح کو کوئی لطف اور مسرت نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی روح کو اگر کوئی لذت و
سرور انبساط نصیب ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اس لمحے کہ جب اسے محبوب حقیقی
کا وصال نصیب ہوتا ہے اب چونکہ مرد حق کا یوم وفات محبوب حقیقی سے ملاقات اور وصال
کا یوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس مرحلہ پر اسے پہلی رات کی دلہن کی مانند آرام سے سو جانے کی

بشارت دی جاتی ہے لہذا جب ہر سال وہ دن آتا ہے جب اس مرد حق کے فراق کے لمحے ختم ہوئے تھے اور اسے اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات اور وصل کی شراب پلائی گئی تھی تو اس کی روح اس ملاقات کی یاد میں پھر سے مچل اٹھتی ہے اور اہل حق اس دن اس کی روح کو قرآن خوانی اور ذکر الہی کے تحفے بھیج کر محبوب کی ملاقات کی مبارکبادی کا سامان فراہم کرنے کے لیے عرس کا اہتمام کرتے ہیں۔

کوئی کسی نوعیت کے اجتماع سے خوش ہوتا ہے کوئی کیسی مبارک باد چاہتا ہے لیکن اللہ والوں کو کسی مرحلہ پر ہدیہ تبریک کی حاجت نہیں ہوتی۔ وہ کسی دنیاوی کامیابی کو اپنی کامیابی اور کامرانی تصور نہیں کرتے ان کے ہاں تو پوری زندگی میں صرف اور صرف ایک ہی لمحہ اس قابل ہوتا ہے کہ انہیں مبارکبادی کے تحفے پیش کئے جاتے ہیں اور وہ لمحہ وہی ہے جب فراق کی گھڑیاں ختم ہوئی تھیں اور محبوب سے ملاقات کے لمحے پہنچے تھے۔ چنانچہ جب ہر سال محبوب حقیقی کی ملاقات اور وصال و مشاہدہ نور حق کا دن آتا ہے اور اس دن سب لوگ اکٹھے ہو کر انہیں قرآن خوانی کا تحفہ پیش کرتے ہیں تو ان کی روح مچل اٹھتی ہے کہ انہیں بھی میرے محبوب سے ملاقات کی ساعت پر خوشی ہے اور یوں حاضرین ان کی روح کی روحانی برکات ثمرات اور فیوض سے مالا مال واپس لوٹتے ہیں نم کنو متہ العروس حدیث کی رو سے اس دن اکٹھے ہو کر انہیں مبارکباد پیش کرنے کی رسم یا اجتماع کو عرس کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ جہاں انہیں وصال الہی کے ان لمحوں پر ہدیہ تبریک پیش کرنے کی خاطر کیا جاتا ہے وہاں حکم الہی کی تعمیل میں انہیں شعائر اللہ میں سے تصور کرتے ہوئے ان کی روحانی عظمتوں کی تعظیم و تکریم کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ تعظیم و تکریم اسی عمل کو قرار دیا جاسکتا ہے جو عمل اپنے دامن میں تعظیم، ادب اور احترام کی کیفیات رکھتا ہے اور اگر کوئی عمل ادب سے خالی ہے اور تعظیم و تکریم کی کیفیات سے عاری ہے تو پھر وہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن تقویٰ کے زمرہ میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا معمول

تفسیر کبیر میں امام رازی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبر پر تشریف لے جاتے تھے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی یونہی کرتے تھے (روح المعانی ۷: ۱۳۵) شامی میں ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور ان کو سلام کہتے اور خلفائے راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ الغرض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے صحابہ کرام کی جمیعت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کے ساتھ ہوتی اور وہاں جا کر اپنی مبارک زبان سے ان کو ہدیہ سلام پیش فرماتے یہ احادیث میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً ان مقدس روحوں کو خوشی اور مسرت کے تحفے پیش کرتے۔

صاحب مزار کی روح کا حاضرین کے ساتھ بلا واسطہ تعلق

جب لوگ عرس کے موقع پر یا اس کے علاوہ بھی صاحب مزار کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کے اثرات سے صاحب مزار کی روح بے نیاز اور لا تعلق نہیں ہوتی بلکہ مزار پر ہونے والے ہر فعل اور ہر عمل کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ ہر شخص کا کلام سنتے ہیں ہر شخص کے عمل کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ صاحب مزار کی روح کا اپنے حاضرین کے ساتھ بلا واسطہ تعلق ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی متعدد احادیث کی روشنی میں

یہ بات طے شدہ ہے کہ صاحب مزار کو بعض اعمال سے فرحت اور خوشی بھی ہوتی ہے اور بعض حرکات کے نتیجہ میں صاحب مزار کو اذیت اور تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یعنی صاحب مزار زائرین کے احوال اور ان کی حرکات سے بے نیاز نہیں ہوتا۔ جہاں تک اس کی روح کا آپ کے احوال سے متعلق مختلف کیفیتوں سے دوچار ہونے کا تعلق ہے اس پر تو قرآن پاک کی متعدد نصوص شاہد ہیں۔ قرآن پاک میں موجود ہے کہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردہ گمان تک بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اپنے رب کے ہاں رزق کی نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔

آخر میں فرمایا:

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (آل عمران: ۱۷۰)

ترجمہ: وہ (حیاتِ جاودانی کی) ان (نعمتوں) پر فرحان و شاداں رہتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور اپنے ان پچھلوں سے بھی جو (تاحال) ان سے نہیں مل سکے (انہیں ایمان اور اطاعت کی راہ پر دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

یہاں قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے مفہوم مخالف کے طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ اگر آپ کے اچھے اقوال سے اہل مزار لطف و راحت محسوس کرتے ہیں تو صاف ظاہر ہے خلاف

شریعت اعمال تکلیف اور اذیت کا باعث بھی ہوتے ہیں۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً) سے اس تصور کی وضاحت مسند امام احمد بن حنبل اور حاکم میں یوں مروی ہے کہ ایک صحابی روایت کرتے ہیں

رانی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً
متکا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر
(مشکوٰۃ- ۱۲۹)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے مجھے کسی قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے شخص تو اس قبر سے نیچے اتر آ۔ کیونکہ تیرے قبر پر بیٹھنے سے صاحب مزار کو اذیت اور تکلیف پہنچ رہی ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں یہ بات طے ہوئی کہ کسی کے نامناسب عمل سے صاحب مزار کو اذیت پہنچتی ہے۔ مرد مومن کی قبر پر بیٹھنا کیونکہ مزار کی تعظیم و تکریم اور آداب کے خلاف تھا اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے تنبیہ منع فرمایا۔

ابن ماجہ میں حدیث پاک آتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں دوران طواف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لحرمة المومن اعظم عندا لله
حرمة منك

ترجمہ: اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مرد مومن کی عزت و حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی کہیں بلند ہے۔“

(ابن ماجہ: 29)

جب یہ واضح ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً

کثیرا کے نزدیک مرد مومن کی عزت و حرمت کعبہ سے بھی بلند ہے۔ اب کعبہ کی عزت اور اس کی تعظیم و تکریم کے تقاضے کیا ہیں۔ کعبہ کی سمت منہ کر کے تھوکنے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کو بھی مکروہ سمجھا جاتا ہے۔ کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سونا گوارا نہیں کیا جاتا۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے رفع حاجت کرنا بھی شریعت میں منع ہے یہ تعظیم کعبہ کے تقاضے ہیں۔ اور مرد مومن جس کی تعظیم و تکریم عند اللہ کعبہ اور قبلہ سے بھی بلند ہے اس کی تعظیم و تکریم کا اور عزت و حرمت کا عالم کیا ہوگا۔ مزار کی بے ادبی کی صورت میں صاحب مزار کو تکلیف پہنچانے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ صاحب مزار کس طرح اذیت دے سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیرا نے اس کی وضاحت یوں فرمادی کہ جو شخص مرد مومن کی قبر کی بے حرمتی کرتا ہے۔ تعظیم و تکریم کے تقاضے پورے نہیں کرتا تو صاحب مزار قرآن پڑھنے والوں، ذکر الہی کرنے والوں اور اس کے لیے صدقہ و خیرات اور ایصالِ ثواب کے تحائف بھیجنے والوں کے لیے دعا کرتا ہے وہاں آداب زیارت کی خلاف ورزی اور بے حرمتی کرنے والوں کے لیے بد دعا کرتا ہے۔ صاحب مزار کی بد دعا تکلیف اور اذیت پہنچائے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیرا نے فرمایا کہ نہ تو اسے تکلیف دے اور نہ وہ تجھے تکلیف دے۔ اس سے دو باتیں ثابت ہو گئیں کہ صاحب مزار کو اعمالِ صالحہ کے ایصالِ ثواب کی صورت میں نہ صرف راحت پہنچائی جاسکتی ہے بلکہ اعمالِ قبیحہ اور اعمالِ بد کے ارتکاب سے صاحب مزار کی روح کو تکلیف اور اذیت بھی پہنچتی ہے اور نہ صرف اسے اذیت پہنچتی ہے بلکہ وہ رُعل کے طور پر آنے والوں کے لیے بد دعا بھی کرتا ہے کہ اے اللہ! میں نے ان کو کیا تکلیف پہنچائی ہے کہ میرے مزار پر آ کر مجھے اس طرح تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیرا کا یہ ارشاد گرامی اگر ہم اپنے سامنے رکھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً

کثیرانے اپنے مزار اقدس کے حوالے سے بھی ایک تقاضا بیان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

لا تجعلوا ابیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا و صلوا
علی

(ابوداؤد شریف جلد ۲ ص ۲۹۳)

ترجمہ: تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا اور میرے مزار کو میلہ گاہ نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے اپنے مزار پر انوار کی حاضری کے آداب بھی بتائے اپنی ذات ستودہ صفات پر صلوة وسلام پڑھنے کے آداب بھی بتائے لیکن ساتھ ہی کھلے انداز کے ساتھ ایک وضاحت فرمادی کہ اپنے گھروں کو قبر نہ بنانا کہ وہاں نمازیں پڑھنا چھوڑ دو اور میرے مزار کو عید نہ بنانا یعنی اس کو میلہ گاہ نہ بنالینا جس طرح عید خوشیوں کا موقع ہوتا ہے جشن منائے جاتے ہیں۔ چہل پہل اور رونق کا سماں ہوتا ہے اسی طرح میرے مزار اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنالینا۔

مزارات پر حاضری کا مقصد

صلحائے امت اور اللہ کے نیک بندوں کے مزارات پر جانے کا مقصد واضح کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا کہ۔

كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروا فانها تذهل
فی الدینا وتذكر الاخره (مشکوۃ- ۱۵۳)

میں تمہیں ابتداء مزارات اور قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا (کیونکہ اس وقت شرک کا غلبہ تھا اب جبکہ اسلام کا غلبہ

حاصل ہو گیا ہے) تو تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاؤ مزارات کی زیارت کیا کرو کہ مزارات کی زیارت کرنے سے دل میں دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کے ساتھ محبت اور انس پیدا ہوتا ہے۔

قبروں پر صرف اس مقصد کے لیے جانا چاہیے کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو اور اطاعت حق کی وہ دولت نصیب ہو جائے جس سے یہ صاحب مزار مالا مال تھا اور وہ محبت و عشق رسول جس نے اس کو مرجع خلافت بنا دیا وہ ہمیں بھی مل جائے۔ دنیا کی بجائے اخروی کامیابی کی لگن پیدا ہو جائے تاکہ انسان کا نفس تزکیہ کی دولت حاصل کرے۔ الغرض مزارات پر جانا دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت اور محبت کے حصول کے لیے ہونی چاہیے۔

عرس کی مروجہ صورت حال

موجودہ دور میں عرس جس طرح رفتہ رفتہ ثقافتی میلے کا رنگ اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً اپنے مزار اقدس پر حاضری کی تعلیم دی ہے تو فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی

(الدر المنثور لسیوطی ج ۱ ص ۲۳۱)

ترجمہ: جو میرے مزار پر آئے گا اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہو جائیگی۔

لیکن یہ بھی آپ نے فرمادیا کہ

میرے مزار کو عید گاہ نہ بنالینا

جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً اپنے مزار کو میلہ گاہ بنانے کی تعلیم نہیں دیتے وہ یہ کس طرح گوارا کر سکتے ہیں کہ ان کا کوئی نام لیوا کسی مرد مومن کے مزار کو عرس کی بجائے میلہ گاہ میں بدل دے۔ کیا عرس کے موقع پر طویل مسافتوں سے چادروں کے جلوس ڈھولوں اور باجوں کے ساتھ بعض مزاروں پر نہیں آتے۔ مزارات پر چادر چڑھانا جائز ہے لیکن صرف مزار کی تعظیم و تکریم کی حد تک اور اعترافِ عظمت کے اظہار کی حد تک۔ لیکن اس کے سوا باقی فضولیات سراسر شریعتِ مطہرہ کی خلاف ورزی ہے۔

عرس اس لیے ہوتے ہیں کہ دور دراز سے اہل اللہ آئیں۔ خدا کو یاد کریں اور مقدس روح کی برکات اور تعلیماتِ صوفیاء سے متمتع ہو کر اپنے ظاہر و باطن کو سنوار کے جائیں۔ عرس اس لیے نہیں ہوتے کہ گرد و نواح میں گانے بجانے کا اہتمام کیا جائے یہ ذمہ داری بنیادی طور پر علماء، مبلغین اور سجادہ نشین حضرات کی ہے کہ اس طرح کی غیر شرعی حرکات کو روکا جائے۔ جب عرس، عرس نہیں رہتا بلکہ ثقافتی میلہ بن جاتا ہے تو پھر صاحب مزار کی روح آپ کے ان احوال اور کیفیات سے اتنی بیزار ہوتی ہے کہ اہل نظر کشف کی بنیاد پر کئی مرتبہ دیکھ چکے کہ بسا اوقات صاحب مزار کی روح اس ماحول کو چھوڑ کر کہیں دور چلی جاتی ہے

آدابِ عرس

ادب وہ عظیم نعمت ہے جو آدمی کو زندگی میں خضر راہ کا کام دیتی ہے اسی لیے مولانا رومؒ رب کریم کے حضور دستِ بدعا ہو کر عرض کرتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم مانداز فضلِ رب

شیطان انسان کا ازلی وابدی دشمن ہے وہ ہر لمحہ مختلف طریقوں سے مرید کو شیخ

کا بے ادب بنانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ کبھی اس کے اعتقاد پر حملہ کرتا ہے۔ کبھی شیخ کا گلہ کرواتا ہے کبھی اعتراض کرواتا ہے کہ تجھے مرشد سے کچھ نہیں ملا اور تو مصائب کا شکار ہے اس لیے مرید کو چاہیے کہ شیطان مردود کے مکر و فریب اور وسوساں سے خبردار رہے اور اعتقاد کی پختگی کے ساتھ ساتھ استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور آداب شیخ کا لحاظ رکھے کیونکہ شیخ کامل کے آداب میں کوتاہی سے مرید پر روحانی ترقی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے درج ذیل آداب کا خیال رکھنے سے شیخ کامل سے استفادہ ممکن ہو سکتا ہے۔

آداب شیخ

- ۱۔ شیخ کامل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا نائب ہے اس لیے اس کے سامنے ویسے ہی آداب ملحوظ رہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کا ادب کیا کرتے تھے۔ نیز شیخ کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی محبت کی طرح فرض ہے۔
- ۲۔ اگر سہو کوئی بات خلاف ادب ہو جائے تو فوراً شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کوتاہی کا اقرار کر کے خلوص دل سے توبہ کرے ورنہ فیضان کا دروازہ بند ہو جائیگا اور ذکر و فکر کی لذت ختم ہو جائیگی۔
- ۳۔ مرید اپنی تمام توجہات کا مرکز اپنے شیخ کو بنائے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرا شیخ ہمہ صفت موصوف ہے اور کوئی دوسرا ایسا کامل نہیں۔
- ۴۔ جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہو تو سلام کہے با ادب مصافحہ کرے۔ اپنی جوتیاں سامنے نہ اتارے اور نہ رکھے جہاں خالی جگہ دیکھے بیٹھ جائے۔

- ۵۔ شیخ سے بے تکلف نہ ہو بار بار اس کے چہرے پر نظر نہ ڈالے۔ اپنی آواز شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے۔
- ۶۔ شیخ کی مجلس میں بلا اجازت نہ کچھ کھائے نہ پیئے۔ شیخ کے اٹھنے سے پہلے اُٹھے اور جب وہ بیٹھیں تو بعد میں بیٹھے چلتے ہوئے شیخ کے آگے نہ بڑھے اور نہ ہی اس کی محفل میں دوسروں سے گفتگو میں مشغول ہو۔
- ۷۔ شیخ کی خدمت میں اگر کچھ پیش کرنا ہو تو جو کچھ میسر آئے بے تکلف پیش کرے نہ احسان جتلائے اور نہ کسی سے اس کا ذکر کرے اور نہ ہی اس خدمت کے عوض کوئی دنیاوی امید رکھے۔
- ۸۔ اپنے شیخ کی ہیبت دل میں پختہ طور پر جمالے اور شیخ کی شفقت و مہربانی پر مغرور نہ ہو۔
- ۹۔ اپنے شیخ کا نام عمدہ اور اچھے القابات سے لے۔
- ۱۰۔ شیخ کے حضور میں سوائے فرائض و سنن کے نفل نماز نہ پڑھے اور نہ ہی اوراد و وظائف میں مشغول ہو۔
- ۱۱۔ شیخ کے مقابلے میں اپنے حسب و نسب پر فخر نہ کرے۔ شیخ کے حضور اس طرح خالی الذہن ہو کر بیٹھے کہ اپنی خوبیوں کا خیال تک دل میں نہ لائے۔
- ۱۲۔ شیخ کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن سمجھے۔ شیخ کے رشتہ داروں کا ادب کرے۔
- ۱۳۔ شیخ کے ہر حکم کو بلا چون و چرا بجالائے۔
- ۱۴۔ کسی صورت میں بھی شیخ سے کشف و کرامت کا خواہاں نہ ہو۔
- ۱۵۔ ممکن ہو تو جمعہ کے جمعہ شیخ کا دیدار کرے ورنہ مہینے میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار ضرور کرے اور ہر روز اللہ تعالیٰ سے شیخ کے لیے

دعا مانگے۔

۱۶۔ اگر شیخ وصال فرما گئے ہوں تو فاتحہ، صدقہ اور تلاوت قرآن مجید کے ایصالِ ثواب کے ذریعے بدستور روحانی تعلق قائم رکھے۔ شیخ کی موجودگی اور بظاہر عدم موجودگی میں یکساں ادب ملحوظ رکھے حصول فیض میں شیخ اور اس کی قبر کے لیے برابر ہے۔

۱۷۔ مزار شیخ پر حاضر ہو کر شیخ کو اپنے بدن میں روح کی طرح تصور کرے اور ایسے رہے جیسے نو آموز طالب ہے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور اگر کوئی حرج نہ ہو تو مزار کو بوسہ دے۔

۱۸۔ ہر مرید کو اپنے شیخ کے سالانہ عرس پاک کی تقریب میں شرکت کرنا لازمی ہے چاہے اسے دشوار گزار راستوں پر چل کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔ علاوہ ازیں سال کے دوسرے ایام میں بھی جہاں تک ممکن ہو شیخ کی یاد میں محافل کا انعقاد کرتا اور کرواتا رہے۔

حفظِ قرآن مجید



سب سے سچی بات قرآن مجید کی ہے اور سب سے اچھی ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی ہے اور سب سے برا عمل ان کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا هُمْ أَكْثَرُ عَلَىٰ حَقِّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (البقرہ: ۱۲۱)

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب (قرآن مجید) دی ہے وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے وہی (لوگ) ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو انکار کرے گا پس وہی خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

لفظ قرآن کا معنی

اس کے تین معنی بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) قرء (۲) قراءۃ (۳) قرن
۱۔ قرء کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ قرآن کو قرآن اس لیے کہیں گے کہ یہ سارے اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے۔ دین و دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو اسی لیے

حق تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَفْصِيلاً تَاكُلُ كُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹)

ترجمہ: ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شے کا بیان کرتی ہے۔

قرآن سورتوں اور آیتوں کا مجموعہ ہے اور یہ تمام بکھرے ہوؤں کو جمع کرنے والا ہے گویا یہ کتاب اللہ کے بندوں کو جمع کرنے والی ہے۔

۲۔ اگر یہ قراءۃ سے مشتق ہو تو اس کا معنی ہوگا ”پڑھی ہوئی چیز“ تو اب قرآن کو قرآن اس لیے کہیں گے کہ انبیاء کرام کو کتابیں یا صحیفے حق تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے عطا ہوئے لیکن قرآن مجید پڑھا ہوا اترا۔ اس طرح کہ جبرائیل امین حاضر ہوتے اور پڑھ کر سناتے جاتے اور یقیناً پڑھا ہوا نازل ہونا لکھے ہوئے نازل ہونے سے افضل ہے جس قدر قرآن کریم پڑھایا گیا اور پڑھا جاتا ہے اس قدر کوئی کتاب نہ پڑھی گئی۔ کیونکہ جو آدمی کوئی کتاب لکھتا ہے تو تھوڑے سے لوگوں کے پاس پہنچتی ہے اور وہ بھی ایک آدھ دفعہ پڑھتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد ختم ہو جاتی ہے اسی طرح پہلی آسمانی کتابیں بھی خاص خاص جماعتوں کے پاس آئیں پھر ختم ہو گئیں لیکن قرآن مجید کی شان ہے کہ ساری کائنات کی طرف آیا اور ساری خدائی میں پہنچا۔

۳۔ اگر قرآن قرن سے مشتق ہو تو اس کا معنی ہے ”ملنا“ اور ساتھ رہنا۔ اب لفظ قرآن کا معنی ہوگا کہ حق اور ہدایت اس کے ساتھ ہیں نیز اس کی سورتیں اور آیتیں ہر ایک بعض بعض کے ساتھ ملی ہوئی ہیں کوئی کسی کے مخالف نہیں نیز اس میں عقائد، اعمال، اخلاق، عبادات، معاملات اور سیاسیات تمام ایک ساتھ جمع ہیں نیز یہ مسلمان کے ہر وقت ساتھ رہتا ہے دل کے ساتھ، خیال کے ساتھ، ہاتھ پاؤں، ناک، کان وغیرہ کو حرام کاموں سے روک کر حلال میں مشغول کر دیتا ہے۔ غرضیکہ سر سے لیکر پاؤں تک ہر ایک عضو پر اپنا رنگ جمادیتا ہے۔ پھر زندگی میں ہر حالت میں ساتھ، بچپن میں ساتھ، جوانی میں ساتھ، بڑھاپے

میں ساتھ، پھر ہر جگہ ساتھ رہا، تخت پر ساتھ، تختے پر ساتھ، گھر میں ساتھ مسجد میں ساتھ، آبادی میں ساتھ، ہر حال میں ساتھ، پھر مرتے وقت ساتھ کہ پڑھتے ہوئے اور سنتے ہوئے مرے قبر میں ساتھ کہ بعض صحابہ کرامؓ کو ان کی وفات کے بعد قبر میں قرآن پاک پڑھتے ہوئے سنا گیا۔ اور حشر میں ساتھ کہ گھنکار کو خدا سے بخشوائے، پل صراط پر نور بن کر مسلمان کے آگے چلے اور راستہ دکھائے اور جب مسلمان جنت میں پہنچے گا تو فرمایا جائیگا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا غرضیکہ یہ مبارک چیز کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔ تفسیر کبیر اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ قرآن پاک کے ۳۳ نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ (۱) کتاب (۲) قرآن (۳) فرقان (۴) ذکر و تذکرہ (۵) تنزیل (۶) الحدیث (۷) موعظہ (۸) حکم (۹) حکمت، حکیم، محکم (۱۰) شفاء (۱۱) ہدی (۱۲) صراط مستقیم (۱۳) حبل (۱۴) رحمت (۱۵) روح (۱۶) قصص (۱۷) بیان، تبیان (۱۸) ابصار (۱۹) فصل (۲۰) نجوم (۲۱) مثانی (۲۲) نعمت (۲۳) برہان (۲۴) بشیر، نذیر (۲۵) قیم (۲۶) مہمین (۲۷) ہادی (۲۸) نور (۲۹) حق (۳۰) عزیز (۳۱) کریم (۳۲) عظیم (۳۳) مبارک

قرآن کریم کی حفاظت

قرآن مجید سے پہلی کتب مثلاً تورات، انجیل اور زبور وغیرہ ایک خاص وقت تک کے لیے اور خاص خاص قوموں کے لیے دنیا میں بھیجی گئیں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ خود نہ لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پیغمبرانِ عظام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ کتابیں بھی قریب قریب ختم ہو گئیں۔ لیکن یہ قرآن کریم سارے جہاں کے لیے آیا اور ہمیشہ کے لیے آیا اس لیے رب تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورۃ الحجر: ۹)

ترجمہ: ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔

یہ حفاظت الہیہ کا نتیجہ ہے کہ آج تک کوئی شخص اس میں زبر زیر کا فرق نہ کر سکا۔ اس کی حفاظت کا ذریعہ یہ ہوا کہ قرآن کریم فقط کاغذ پر ہی نہ رہا بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ کیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ کی بات تو الگ ہے۔ لیکن اس زمانے میں تو مشاہدہ ہو رہا ہے کہ اگر کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی کسی مجمعے کے سامنے کوئی تلاوت کرنے والا ایک زبر زیر کی غلطی کر دے تو ہر طرف سے آوازیں آتی ہیں آپ نے غلط پڑھا ”اس طرح پڑھو“ اور ہر زمانے اور ہر جگہ ایک دو نہیں بلکہ صد ہا حافظ پیدا ہوتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی قرآن کریم اپنی اصلی زبان عربی میں بعینہ ہمارے پاس موجود ہے جو صاحب قرآن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً پر نازل ہوا تھا۔ حیرت یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ محفوظ، اس کے پڑھنے کے طریقے یعنی قرات و تجوید محفوظ کس، ص، ت، ط، ک، ق، د، ذ، ض، ظ، مد، شد وغیرہ کس طرح ادا کیے جائیں۔ طریقہ تحریر بھی محفوظ ہے یعنی جس طرح کہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً سے تحریر منقول ہے اس کے خلاف قرآن پاک نہیں لکھ سکتے۔ بسم اللہ ”س“ لمبا اور جسم گول لکھا جاتا ہے کہ کسی قرآن پاک میں سین چھوٹا کر کے نہ لکھا جائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو عربی خط میں لکھا جائے، اردو خط یا نستعلیق میں نہ لکھا جائے، قرآن پاک ایسا محفوظ ہے کہ اس کی صفات تک محفوظ کر لی گئیں ہیں۔

فضیلتِ حفظِ قرآن کریم

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

المأهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذي قراء

القرآن ویلتعت فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران
ترجمہ: جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ
رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور (نامہ اعمال یا لوح محفوظ) لکھتے
ہیں اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اور انک
انک کر پڑھتا ہے اس کو دوا جر ملتے ہیں۔

امام دیلمیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے روایت کیا
حملة القرآن فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظله
جس دن کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا ان دن حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے
سائے میں ہوں گے

(کنز العمال ص ۱۶۲ - والجامع الصغیر)

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ
قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن آئے گا تو قرآن کہے گا۔ اے
رب اس کو لباس پہنا پھر اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائیگا قرآن پھر
عرض کرے گا۔ اے رب اس سے راضی ہو جا اور قرآن پڑھنے
والے سے کہا جائیگا قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا اور ہر آیت کے
بدلہ میں ایک نیکی زیادہ دی جائیگی۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۱۹) مستدرک الحاکم ج ۲ ص ۵۵

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ
الصیام والقرآن یشفعان للعبد

(مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۷۴)

ترجمہ: روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً

کثیرانے ارشاد فرمایا:

انما مثل صاحب القرآن كمثل الابل المعقلة ان
عاهد عليها امسكها وان اطلقها ذهبت
(متفق عليه) بخاری فضائل قرآن

ترجمہ: قرآن کریم حفظ کرنے والے کی مثال اس اونٹ کی طرح
ہے جس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو اگر اس کے مالک نے اس کا خیال
رکھا تو وہ رہے گا ورنہ چلا جائیگا۔

ایک اور سند میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔

واذا قام صاحب القرآن فقرأه بالليل والنهار ذكره وان
لم يقم به نسيه

(مسلم شریف باب صلوة المسافرين)

ترجمہ: قرآن مجید پڑھنے والا اگر رات دن اُٹھ کر پڑھتا رہتا ہے تو
قرآن مجید یاد رہتا ہے ورنہ بھول جاتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے
فرمایا:

قرآن کریم کو یاد رکھو قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً کی جان ہے قرآن مجید
رسیاں تڑانے والے اونٹ کی بہ نسبت زیادہ سینوں سے نکلنے
والا ہے۔

(بخاری شریف فضائل القرآن باب ۲۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

تعاهدوا هذا المصاحف وانما؟؟ القرآن فهو اشد

تفصیلاً من صدور الرجال من النعم من عقله

(سنن الدرامی ج ۲ ص ۳۱۶)

ترجمہ: قرآن مجید کو یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے۔

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقل احدكم نسيت ايه كيت وكيت بل هونسي

(درامی ج ۲ ص ۳۱۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا تم سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ وہ فلاں آیت بھول گیا بلکہ یہ کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن مثل الاترجة ريحها طيب وطعمها طيب ومثل المؤمن الذي لا يقرأ القرآن مثل التمرة لا ريح لها وطعمها حلو ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن مثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مر ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن كمثل الخنزيرة ليس لها ريح وطعمها مر

(بخاری شریف ج ۲ ص ۵۱ مسلم ج ۱ ص ۲۶۹)

ترجمہ: جو قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ خوشگوار ہے اور جو مومن قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ

میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے اور منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اور مزا کڑوا ہے۔

حضرت ابو درداری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

من حفظ عشر آیات من اول سورة الكهف عصم من
الدجال
ترجمہ: جو شخص سورۃ کہف کی پہلی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال
کے شر سے محفوظ رہے گا

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۲)

شعبیؒ کی روایت میں آخری دس آیات ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً نے فرمایا:

لا حسد الا فی اثینین رجل اتاه الله القرآن فهو یقوم به اثناء
اللیل و اثناء النهار و رجل اتاه الله ما لا فهو ینفقه اثناء اللیل
و اثناء النهار

(بخاری ج ۲ ص ۷۵۱، مسلم ج ۱، مشکوٰۃ فضائل القرآن ص ۱۸۴)

ترجمہ: دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہو دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ رات اور دن اس مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہو،